رجسٹرڈ ایل نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

من دار الامن قادیان

چہ گویم باتو گر آئی بہ ہادر قادیاں بینی
دو بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۴۱ ۹ شعبان المعظم سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۰ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء روز دوشنبہ جلد ۶

حضرۃ امام آخر الزمان کی ڈائری

۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر

الہام فرمایا آج الہام ہوا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَکَ وَ اَنْ یَّتَخَطَّفُوْا عِرْضَکَ اِنِّیْ مَعَکَ وَ مَعَ اَھْلِکَ ۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے اور فضل ہے کہ ہر ایک امر کے متعلق آسمان سے تار آجاتا ہے۔

یہ مضمون ۱۹ کے دربار شام کے متعلق ہے یہاں سہو سے لکھا گیا۔

مامور کے الہام فرمایا مامور کے الہام ذاتی نہیں ہوتے بلکہ وہ تو شرح کا شارع ہوتا ہے۔ جیسے حضرۃ مسیح شارع تھے اور یہود کے فرقوں کو ایک کرنا چاہتے تھے اسیطرح ہمارا [illegible] اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے متفرق شدہ فرقوں کو ایک کرے۔

اِلہام رات کو ۹ بجے کے قریب الہام ہوا وَ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ للسلسلۃ السماویۃ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ جف القلم بِمَا ھُوَ کَائِنٌ ۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اِنَّمَا الْحُکْمُ اللّٰہُ وَاحِدٌ ۔ وَ الْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ ۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ۔

وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے آدمی رکھے ہیں ایک وہ جو ناس کہلاتے ہیں یہ جانتے ہوئے نہیں جانتے اور دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے انہیں فہم و ادراک کی قوتیں اچھی ہوتی ہیں مگر ان سے کام نہیں لیتے۔ اور ایک وہ ہیں جو شدۃ تعصب کی وجہ سے بالکل پتھر کیطرح بے حس و حرکۃ ہوتے اور انسانیت کی قوتیں سلب ہو جاتی ہیں وہ بھی وقود نار ہوں گے۔ پہلی قسم کے لوگ (ناس) جو وقود نار ہوں گے ان کی وجہ یہ ہے کہ انمیں انسانیت کی قوتیں ہوتی ہیں سمجھتے ہیں مگر قوم اور برادری کے خوف سے حق کو قبول نہیں کرتے۔ اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں اس لیے وہ بھی وقود نار ہوتے ہیں۔

ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تجویز اور ارادہ جو ہمارے مخالفوں نے مخفی طور پر کیا ہے یا کریں گے اس سے وہ ہمیں محفوظ رکھیگا کتنی بڑی بشارت ہے۔

دربار شام

۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

خدا کا نزول بعد ادائے نماز مغرب جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام حسب معمول اجلاس فرما ہوئے۔ تو ذکر ہوا کہ جو جو ڑ صوبہ میں چند آدمی مر گئے ہیں بایں وجہ کہ انہی میں انہوں نے کئی ہلاک شدہ مردار بھینسیں کھائی ہیں۔ انکا ذکر ہوتے ہوتے آخر طاعون کا تذکرہ ہو پڑا۔

فرمایا ایکبار مجھے یہ الہام ہوا تھا۔ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق۔ اور پھر یہ بھی تھا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اہل فارس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت اور قریش سے ٹھیرایا ہے اسلیے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے قریش اور اہلبیت میں ہوں۔

اسپر حضرۃ حکیم الامۃ نے یسلب الملک من قریش کا ذکر کرکے عرض کیا کہ حضور ہم قریشیوں سے ملک چھینا گیا مگر کسی نے ہماری قوم سے غور نہیں کی کہ کیوں ایسا ہوا۔ بلکہ کا اتنا بڑا خطرناک مرض ہماری قوم میں ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ سید کی لڑکی کسی دوسرے کے گھر میں دینا کفر سمجھا گیا ہے۔ اسپر میں نے کہا کہ ہم سے کوئی پوچھا کرتا ہے تو ہم اسکو یہی جواب دیا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی ایک بہن تھی کوئی ہمیں بتائے کہ وہ کس سید کو دیگئی تھی۔

غرض اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں +

بروز

پھر بروز کے متعلق سلسلہ کلام یوں شروع ہوا۔ فرمایا نیکیوں کے اور بدوں کے بروز ہوتے ہیں نیکوں کے بروز میں جو موعود ہے وہ ایک ہی ہے یعنی مسیح موعود ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے نیکوں کا بروز اور ضالین سے عیسائیوں کا بروز اور مغضوب سے یہودیوں کا بروز مراد ہے۔ اور یہ عالم بروزی صفت میں پیدا کیا گیا ہے جیسے پہلے نیک یا بد گذرے ہیں ان کے رنگ اور صفات کے لوگ اب بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان اخلاق اور صفات کو ضائع نہیں کرتا انکے رنگ میں اور آجاتے ہیں جب یہ امر ہے تو ہمیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ابرار اور اخیار اپنے اپنے وقت پر ہوتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک چلا جاوے گا جب یہ سلسلہ ختم ہو جاویگا تو دنیا کا بھی خاتمہ ہے لیکن وہ موعود جس کے سپرد عظیم الشان کام ہے وہ ایک ہی ہے کیونکہ جسکا وہ بروز ہے یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ بھی ایک ہی ہے۔

اُحْصِنَتْ فَرْجَهَا

حضرۃ حکیم الامۃ نے مولوی ابو رحمت حسن صاحب کا ذکر سنایا کہ وہ بڑے اخلاص سے خط لکھتے ہیں اور انھوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس آیت پر مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تہذیب کے خلاف ہے فرمایا جبکہ خدا تعالیٰ کو خالق سمجھتے ہیں تو کیا اس خلق کو لغو اور باطل قرار دیتے ہیں جب انہوں نے ان اعضا کو خلق کیا اسوقت تہذیب نہ تھی۔ خالق مانتے ہیں اور خلق پر اعتراض نہیں کرتے ہیں تو پھر اس ارشاد پر اعتراض کیوں؟ *

بعد نماز عشاء دربار ختم ہوا۔

۲۹۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر

درحکمت

۱۔ طاعون کے ذکر پر ضمناً فرمایا۔ خدا کے کام عجیب ہوتے ہیں لوگ مغرور ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ پھر پکڑتا ہے۔

۲۔ نادان انسان ذرا سی خوشی پر تکبر سے باتیں کرتا ہے۔ مگر آخر فتح اُسی کی ہوتی ہے جس کے ساتھ خدا ہو۔

۳۔ اسلام نے ہمیشہ نصرانیت کی سرکوبی کی ہے اور اب وہ وقت ہے کہ ان کے عقائد کی پردہ دری ہو گئی ہے اور اسکے بعد کسی کو حوصلہ نہ ہوگا۔ کہ انسان کے بچہ کو خدا مانے۔

صحابہؓ کے فضائل

صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی ہے اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف انکی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نافذ ہوا تو جسقدر شراب برتنوں میں تھی وہ گرادی گئی اور کہتے ہیں اسقدر شراب بہی کہ نالیاں بہ نکلیں۔ اور پھر کسی سے ایسا فعل شنیع سرزد نہ ہوا۔ اور وہ شراب کے پکے دشمن ہو گئے۔ دیکھو یہ کیسا ثبات اور استقلال علی الاطاعت تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس وفاداری محبت اور ارادت اور جوش سے انھوں نے کی کبھی کسی نے نہیں کی موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھراؤ کرنا چاہتی تھی اور حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو ایسے کمزور اور ضعیف الاعتقاد تھے کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے اور حضرت مسیح آپ انجیل میں سست اعتقاد انکا نام رکھتے ہیں ساتھ انھوں نے اپنے اُستاد کے ساتھ سخت غداری کی اور بیوفائی کا نمونہ دکھایا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں الگ ہو گئے۔ ایک نے گرفتار کرا دیا دوسرے نے لعنت بھیجکر انکار کر دیا۔

مگر صحابہ ایسے ارادتمند اور جاں نثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے انکی شہادۃ دی کہ انھوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا۔ اور ہر صفت ایمان کی ان میں پائی جاتی ہے عابد۔ زاہد۔ سخی۔ بہادر اور وفادار یہ شرائط ایمان کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔

ابتدائی مصائب

جسقدر مصائب اور تکالیف صحابہ کو ابتدائے اسلام میں اُٹھانی پڑیں انکی نظیر بھی کہیں اور قوم میں نہیں ملتی + اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا گوارا کیا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا۔ ان مصیبتوں کی انتہا آخر اسپر ہوئی کہ انکو وطن چھوڑنا پڑا اور نبی کریم صلعم کے ساتھ ہجرۃ کرنی پڑی۔ اور جب خدا تعالیٰ کی نظر میں کفار کی شرارتیں حد سے تجاوز کر گئیں اور وہ قابل سزا ٹھہر گئیں تو خدا تعالیٰ نے انھیں صحابہ کو مامور کیا کہ اس سرکش قوم کو سزا دیں۔ چنانچہ اُس قوم کو جو مسجدوں میں دن رات اپنے خدا کی عبادۃ کرتی تھی اور جنکی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ جنکے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا مخالفوں کے حملوں کے روکنے کیواسطے میدان جنگ میں آنا پڑا۔

میدان جنگ

اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔ پھر ان جنگوں میں یہ چند سو کی جماعت کئی کئی ہزار کے مقابلہ میں آئی۔ اور ایسی بہادری اور وفاداری سے لڑی۔ اگر حواریوں کو اس قسم کا موقع پیش آتا تو انمیں سے ایک بھی آگے نہ ہوتا۔ ایک ذرا سے ابتلا پر وہ اپنے آقا کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تو ایسے معرکوں میں انکا ٹھہرنا ایک ناممکن بات ہے مگر اس ایماندار اور وفادار قوم نے اپنی شجاعت اور وفاداری کا پورا نمونہ دکھایا۔ اور جو کچھ جوہر انھوں نے دکھائے وہ سچے ایمان اور یقین کے نتائج تھے موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو کہا کہ بڑھ کر دشمن پر حملہ کرو تو انہوں نے کیا شرمناک جواب دیا فَاذْهَبْ أَنْتَ

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ

تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں مگر صحابہ کی لائف میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا بلکہ انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے دہنے بائیں سے لڑیں گے اور کبھی نہ کہا فاذهب انت و ربک۔ ایسی قوۃ اور شجاعت اور وفاداری کا جوش کیونکر پیدا ہوگیا تھا؟ یہ سب ایمان اور یقین کا نتیجہ تھا۔ جو آپ کی قوۃ قدسی اور تاثیر کا اثر تھا آپنے انکو ایمان سے بھر دیا تھا۔

حواری اور معجزات مسیح

مسیح کے حواریوں میں جو یہ ایمانی قوت پیدا نہیں ہوئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکو ان کے معجزات پر کوئی قوی ایمان اور بھروسا نہ تھا۔ بلکہ اصل بات یہی ہے جیسا کہ بعض عیسائی مصنفوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ حواری دنیادار اور سطحی خیال کے آدمی تھے انکا یہ خیال تھا کہ یہ بادشاہ ہو جائیگا تو ہم کو عہدے ملیں گے۔ انکا تعلق ایک لالچ کے رنگ میں مسیح کے ساتھ تھا اسی لیے وہ ایمانی قوۃ اور عرفانی مذاق انہیں پیدا نہ ہوا۔ اگر وہ معجزات مسیح کو دیکھتے کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے عجوبے دیکھکر بھی ایمان میں قوۃ نہ آتی۔ حقیقت یہی ہے کہ جو مسیح کے سلب امراض وغیرہ کے نشانات جو دیکھتے تھے وہ ایسے عام تھے کہ یہودی بھی کرتے تھے اور ایک تالاب بھی تھا جس میں غوطہ لگا کر اچھے ہو جایا کرتے تھے۔ اسلیے ان باتوں یا معجزات مسیح کی کوئی عظمت انکے دلمیں پیدا نہ ہوئی اور وہ نور یقین و معرفۃ جو گناہ کو زائل کرتا ہے انہیں پیدا نہیں ہوا۔ اسلیے یہودا اسکریوطی جو مسیح کا خزانچی تھا اور جسکے پاس ایکہزار روپیہ کی تھیلی رہتی تھی۔ انہیں سے چرایا کرتا تھا اور اسی لالچ نے اسکو ۳۰ درہم لیکر گرفتار کرانے پر آمادہ کیا۔

مسیح اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم

مسیح کے پاس تو ایکہزار کی تھیلی رہتی تھی۔ اور تعجب ہے کہ باوجود ایکہزار روپیہ پاس رہتا تھا پھر بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کو سر رکھنے کو جگہ نہیں۔ آنحضرۃ کی یہ حالت تھی کہ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا وہ سخاوت کر دیا کرتے تھے ایکبار آپکے گھر میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک مہر تھی آپنے اسکو لیکر تقسیم کر دیا۔

مسیح کا شوق ہتھیار

پادری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں اپنے گھر میں نگاہ نہیں کرتے۔ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں بالکل دفاعی تھیں۔ مگر مسیح کو اسقدر شوق تھا کہ اس نے شاگردوں کو کہا کہ کپڑے بیچکر بھی ہتھیار خریدو۔ اصل میں مسیح کا لڑائیاں نہ کرنا [illegible] کا مصداق ہے اگر انھیں موقع ملتا تو وہ ہرگز تامل نہ کرتے بلکہ اس قسم کی تعلیم سے جو انھوں نے ہتھیاروں کے خریدنے کی دی صاف معلوم ہوتا ہے کہ انھیں کسقدر شوق تھا۔ اور داؤد کے تخت کی وراثت کا خیال لگا ہوا تھا۔ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپنے ان مخالفوں سے جنھوں نے سخت ایذائیں دی ہوئی تھیں اور جو اب [illegible] پوچھا تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے انھوں نے کہا کہ تو کریم ابن کریم ہے تو آپنے فرمایا اچھا میں تم سب کو بخشتا۔ آپکے اس رحم اور کرم نے ایسا اثر کیا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت مسیح کو ایسے اخلاق کے اظہار کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا۔ اور حواریوں کے لیے تو مسیح کا آنا ایک قسم کا ابتلا تھا کیونکہ انکو کوئی فائدہ نہ ہوا اور انھوں نے کچھ نہ سیکھا۔

مسیح ابن مریم اور مسیح موعود علیہما السلام

فرمایا جو کامیابی اور ثمرات مسیح ابن مریم کا ہوا وہ تو صاف ظاہر ہے اور جس کمزوری اور ناکامی کے ساتھ انھوں نے زندگی بسر کی وہ انجیل کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتی ہے مگر مسیح موعود جیسا اپنے زبردست اور قوۃ قدسیہ کے کامل اثر والے متبوع کا پیرو ہے اسیطرح پر اس کی عظمت اور بزرگی کی شان اس سے بڑھی ہوئی ہے جو کامیابیاں اور نصرتیں اسجگہ خدا نے ظاہر کی ہیں مسیح کی زندگی میں انکا نشان نہیں نہ معجزات میں نہ پیشگوئیوں میں نہ تعلیم میں۔ غرض جیسے آنحضرۃ اپنے مثیل موسیٰ سے ہر پہلو میں بڑھے ہوئے تھے اور گو آپ اصل اور وہ ظل تھے اسیطرح مسیح موعود موسوی مسیح سے نسبت رکھتا ہے۔

نصرانیت کا اثر

نصرانیت کا اثر آجکل عام ہو رہا ہے بعض تو بالکل مرتد ہو گئے ہیں اور بعض مرتد تو نہیں ہوئے اور فیشن ہی انکا متبع کر لیا ہے۔

نیکی اور بدی کی کشش

فرمایا انسان کے اندر نیکی اور بدی کی ایک کشش ہے آدمی نیکی کرتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں نیکی کرتا ہے اسیطرح ایک شخص بدی کیطرف جاتا ہے لیکن اگر اس سے پوچھا جاوے تو کدھر جاتا ہے تو وہ نہیں بتا سکتا۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت اس کشش کی لکھی ہے کہ ایک فاسق آقا کا ایک نیک غلام تھا صبحکو جو مالک نوکر کو لیکر بازار سودا خریدنے کو نکلا تو راستہ میں آذان کی آواز سنکر نوکر اجازت لیکر مسجد میں نماز کو گیا اور وہاں جو اسے ذوق اور لذۃ پہلے پہل آیا تو بعد نماز ذکر میں مشغول ہوگیا۔ آخر آقا نے انتظار کرکے اسکو آواز دی اور کہا کہ تجھے اندر کسنے پکڑ لیا۔ نوکر نے کہا جسنے تجھے اندر آنے سے باہر پکڑ لیا۔ غرض ایک کشش لگی ہوئی ہے اسی کیطرف خدا نے اشارہ فرمایا ہے کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ

۱۴ اکتوبر صبح کی سیر

الہام نتیجہ خلاف امید ہے۔ اسکی کوئی تفریح نہیں فرمائی گئی۔

آج کی سیر میں متفرق مقامی اور آئی امور پر سلسلہ گفتگو کا شروع رہا اور ختم ہوا۔

دربار شام

عمل کی ضرورۃ ہے

۱۔ میاں نبی بخش نمبردار بٹالوی نے عرض کی کہ حضور میں کچھ لکھا پڑھا آدمی نہیں ہوں فرمایا علم کیا اصل ضرورۃ عمل کی ہے

قیام فی ما اقام اللہ

۲۔ ایک شخص نے ملازمت چھوڑ کر تجارۃ کے متعلق مشورہ پوچھا فرمایا نوکری چھوڑنی نہیں چاہیے قیام فی ما اقام اللہ بھی ضروری ہے بلا وجہ ملازمت چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔

ایک طالب حق

۳۔ ایک ہندو نوجوان نے (جو طالب حق اپنا نام رکھتا تھا) عرض کی کہ حضور میں ایک عرصہ سے طالب حق ہوں چاہتا ہوں مگر مجھے ابھی تک وہ راہ نہیں ملی۔ فرمایا طالب حق کے لیے دو چیزوں کی ضرورۃ ہے اول عقل سلیم چاہیے۔ بعض لوگ طلب حق تو چاہتے ہیں مگر غبی اور بلید طبع ہوتے ہیں اور قوت فیصلہ نہیں رکھتے اسلیے جو کچھ بتایا جاوے اسکو سمجھ نہیں سکتے اور کل مذاہب

ان کے سامنے پیش کیے جاویں تو وہ فیصلہ نہیں کرسکتے کہ ان میں سے حق کس کے ساتھ ہے۔ یہ بیماری جسکو سوفسطائی عقل کہا ہے۔ یہ وہم غالب ہوتا ہے۔ اس لیے اول طالب حق کیلئے ضروری ہے کہ وہم غالب نہ ہو۔

دوم قبول حق کے لیے جرأت رکھتا ہو۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کو سمجھ تو لیتے ہیں مگر برادری کے تعلقات نہیں توڑ سکتے۔ ایسے لوگ بزدل ہوتے ہیں۔ یہ بزدلی بھی فائدہ نہیں پہنچاتی۔

پہلے پہل جو بچہ مدرسہ میں بھیجا جاتا ہے اسکے سامنے تو الف بے ہی پیش کی جاتی ہے۔ کوئی بڑی کتاب نہیں رکھی جاتی۔ اسیطرح مذہب کی پرکھ میں پہلے نسبتاً موٹے موٹے اصولوں میں مقابلہ ... کرکے دیکھ لینا چاہیئے کہ مذہب حق کونسا ہے؟ مجھے تعجب آتا ہے کہ اس وقت مذہب کا مقابلہ ہو رہا ہے اور امر حق صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ اور اس ہند ہی میں سب مذہب موجود ہیں۔ سناتن۔ عیسائی۔ آریہ۔ مسلمان وغیرہ بڑے بڑے یہی مذہب ہیں۔ مذہب کی پہلی جزو اور جڑ خداشناسی ہے جسکا پہلا قدم ہی غلط اور بے ٹھکانا ہے دوسرا قدم اسکا کب ٹھکانا پر پڑے گا۔

اب اس اصل پر مذاہب کی شناخت کرو۔

خداشناسی اور سناتن دھرم

سناتن دھرم کو لو۔ انھوں نے کوئی جڑی بوٹی پتھر درخت حتیٰ کہ سرج غرض مخلوق میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کی پرستش نہیں کی اور جسکو خدا نہیں بنایا۔ اب جس مذہب کا خداشناسی کے متعلق یہ عقیدہ ہو۔ اسکو علوم حقہ سے کب حصہ مل سکتا ہے اسکی اخلاقی حالتیں کیونکر درست ہو سکتی ہیں وہ تو بیل کو بھی دیکھیں تو اسے بھی سجدہ کرنیکو طیار ہیں۔ اور اسے خدا ماننے لگتے ہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے ایک اور فرقہ ہے جو اپنے آپکو اصلاح یافتہ فرقہ سمجھتا ہے اور اسکو آریہ کہتے ہیں۔

آریہ

آریہ کی خداشناسی کا یہ حال ہے کہ انھوں نے برخلاف وید کے خدا کی توحید کا زبانی اقرار تو کیا ہے۔ گو وید میں اگنی وایو وغیرہ کی پرستش کی گئی ہے لیکن یہ لوگ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے مگر خداشناسی میں باوجود اس اقرار کے سخت ٹھوکر کھائی ہے اور وہ یہ کہ وہ خدا کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے۔ اور اسکو صرف جوڑنے جاڑنے والا مانتے ہیں جب خدا کی اس عظیم الشان صفت سے انکار کیا گیا تو ایسا ناقص اور ادھورا خدا کب کسی کے ماننے میں آسکتا ہے۔ پھر انھوں نے خدا کی دوسری صفتوں کا بھی انکار کیا ہے مثلاً وہ مانتے ہیں کہ وہ کسی انسان کو کوئی چیز عطا نہیں کرسکتا جو کچھ کسیکو ملتا ہے اسکے عملوں کی ہی پاداش ملتی ہے پھر انھیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اگر تناسخ نہ ہوتا تو دنیا کا کام نہ چل سکتا کیونکہ گائے بکری بھینس اور دوسری آرام دہ مخلوق نہ ہو سکتی۔ اس قسم کا خدا انھوں نے مانا ہے۔ گویا خداشناسی کے مقام سے یہ مذہب بھی گرا ہوا ہے۔

عیسائی

پھر ایک اور مذہب ہے جسکی اشاعت کیلیے کروڑہا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور وہ عیسائی مذہب ہے اس میں خداشناسی کی اور بھی ردی حالت ہے وہ اول تو سرے سے خدا ہی کو تین مانتے ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ان کے نزدیک ہے کہ وہ سمجھ میں آہی نہیں سکتا۔ اور پھر ان کا خدا ہے ایک عاجز انسان بھی ہے جو مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور جسکی ساری عمر جیساکہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے ایک کرب اور اضطراب میں گذری۔ بدی کھاتا رہا۔ اور آخر یہودیوں نے اسکو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اب اگر خدا کا یہی نمونہ ہے تو کون اسپر ایمان لاسکتا ہے

اسلام

مگر اسی خداشناسی کے متعلق جو تعلیم اسلام نے دی ہے وہ ایسی صاف ہے کہ ہر عقلمند کو اسکے ماننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقصوں سے مبرا ہے۔ وہ تمام اشیا کا خالق اور مالک ہے رحمان اور رحیم ہے۔ اسلام کسی مخلوق کو خدا یا خدا کا ہمسر نہیں بناتا۔ وہ خالق اور مخلوق میں فرق بتاتا ہے۔

اب اس اصل میں جب مقابلہ کیا جاوے تو کیسے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مذہب اس اصل میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسلام ہی سچا مذہب ہے۔

دوسری اصل

پھر مذہب کی دوسری غرض یا اصل یہ ہے کہ وہ مخلوق کے حقوق کیسے قائم کرتا ہے۔ اس اصل میں بھی دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرکے دیکھو۔ آریہ مذہب کی تو ایسا تعلیم دی ہے کہ جسے غیرت کہتے اور معلوم نہیں ہوتا۔ نیوگ کی تعلیم دی ہے کہ جس شخص کے گھر میں اولاد نہ ہو تو وہ اپنی عورت کو دوسرے شخص سے ہم بستر کراوے اور اولاد حاصل کرلے۔ اب اس سے بڑھ کر پاکیزگی اور عزت کا خون کیا ہوگا کہ ایک شخص کو جسکی بدقسمتی سے دو چار سال تک اولاد نہیں ہوئی کہدیا جاوے کہ تو اپنی بیوی کو دوسرے آدمی سے اولاد لینے کی خاطر ہم بستر کرالے یہ کیسی شرمناک بات ہے یہاں حاضرین میں ایک شخص موجود ہے اُس سے جب اس نیوگ کی بابت پوچھا گیا تو اُس نے یہی کہا کہ کیا مضائقہ ہے۔

اب کوئی عقلمند اس تعلیم کو کب گوارا کرسکتا ہے [illegible] ایک بنگالی آریہ ہوگیا ایک برہمو نے جب اُسپر نیوگ کی حقیقت کھولی تو اُسنے ستیارتھ پرکاش کو پھاڑ کر مارا اور کہا کہ یہ مذہب قبول کرنیکے لائق نہیں۔

عیسائیوں نے محض قہر ظلم کیا کہ کفارہ کی تعلیم دیکر اور شریعت کو لعنت کہکے نیکی کا دروازہ ہی بند کردیا۔ اور قوائے انسانی کی بیحرمتی کی جب کہدیا کہ کوئی نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اسلام مخلوق کے حقوق کو جائز اور مناسب مقام پر قائم کرتا ہے وہ ایسی تعلیم نہیں دیتا۔ جو نیوگ کے پیرایہ میں دیگئی وہ انسانی قویٰ کی بیحرمتی نہیں کرتا اور انسان کو کفارہ کی تعلیم دیکر سست نہیں بنانا چاہتا اُس نے شریعت کو لعنت نہیں بتایا بلکہ انسانی طاقتوں کے اندازہ سے رکھا۔ اسطرح معاملہ تو بالکل صاف ہو اگر وہم نہ ہو اور قبول حق میں کوئی روک نہیں ہو سکتی اگر بزدلی نہ ہو

سائل۔ حق مذاہب کی بات تو مجھے بیسیوں اعتراض ہیں۔ مگر اسلام کی کتابیں میں نے نہیں پڑھی ہیں۔ فرمایا۔ آپ قرآن شریف کو پڑھیں آپکو معلوم ہو جاویگا کہ وہ خدا کی نسبت کیا تعلیم دیتا ہے اور مخلوق کی نسبت کیا؟ ان دونو تعلیموں کو اگر آدمی غور سے دیکھے تو حق کھل جاتا ہے۔

پھر مفتی صاحب نے بیوہ کی ایک تصنیف سنائی جو اُسنے مسلمانوں سے مناظرہ کرنیکے متعلق ہدایات پر لکھی ہے۔ پھر چند لوگوں نے بیعت کی۔ پھر طالب نے عرض کیا کہ مجھے خواب آیا تھا کہ تو مسیح کے پاس جا اور اس سے پوچھ۔ اگر وہ کہے کہ میں مسیح ہوں تو پھر وہ جو کہے کر۔ فرمایا بہتر سال ہا سال سے ہم اس دعوی کی اشاعت کر رہے ہیں اور خدا نے صدہا نشان اسکی تائید میں دکھائے ہیں جنکو خدا نے سعادت اور فہم دیا ہے وہ سمجھ لیتے ہیں جنکو نہیں حصہ نہیں وہ محروم رہ جاتا ہے۔

فرمایا حق شناسی کی راہیں اگر وہم اور بزدلی نہ ہو تو کچھ مشکل نہیں ہیں۔ مشرق اور مغرب میں کہیں تلاش کرو۔ اسلام کے سوا حق نہیں ملیگا مجھے تعجب ہے کہ لوگ

شکر پر اسکو بڑھاتا ہے۔ پس شکر کرو کہ اس کا فضل اور بھی ترقی کرے نمازوں میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کا تکرار بہت کرو۔ ایاک نستعین خدا کے فضل اور گمشدہ متاع کو واپس لاتا ہے۔ اس کے بعد مولوی فتح الدین صاحب نے اپنی پنجابی نظم پڑھی پھر نماز عشاء ادا ہوئی اور اجلاس ختم ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

کفر بالرب

(یہ خلاصہ اور ماحصل ہے اس خطبہ کا جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء کو پڑھا۔ ایڈیٹر)

مثل الذین کفروا بربہم

مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اپنے رب کا کفر کیا کرماد اس راکھ کی سی ہے جسپر آندھی کے دن سخت شدت سے ہوا چلی جوکچھ کمائی اور کسب کرچکے ہین اس سے وہ کچھ بھی فائدہ نہین اُٹھا سکتے اس سے بڑھکر اور محنت کا اکارت جانا کیا ہوتا ہے؟

اس آیت مین قابل غور یہ امر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان لوگون کے اعمال کے ضائع ہونے کی مثال دی ہے جنہون نے اپنے رب کا کفر کیا ہے دراصل کفر بالرب کفر بالنبوۃ ہے اور اسطرح پر اللہ تعالےٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جو لوگ نبوۃ سے غیر ماموریں اللہ کا مقابلہ کرتے ہین اُنکی کوشش اور سعی بے سود اور اکارت جاتی ہے +

اگر دلون پر حسد اور بغض کے پردے اور وہم اور جہالت کی تاریکی غالب نہ ہو تو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے دعوے مین راستباز ہے

رات جب حضرت نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ اسلام کی سچائی کے سمجھنے مین کیا روک ہوسکتی ہے؟ پروردگار جانتا ہے کہ آپکے اس ارشاد سے مجھے بڑا ہی مزا آیا اور مین اس نکتہ پر پہنچ گیا کہ آپکو کسقدر لذت اور ذوق سے ملا ہوا یقین اسلام کی سچائی پر ہے اور آپ کس قوت اور بصیرۃ کیساتھ اسلام کو تمام ادیان سے افضل اور اکمل مانتے ہین اور حقیقت مین ہے بھی یون ہی +

اگر نبوۃ کی راہ مین روکین اور پتھر ہوتے تو خدا تعالےٰ پھر رحمٰن نہ ٹھیرتا جو رحمانی صفت سے انبیاء کو بھیجتا ہے دیکھو یہ آفتاب ماہتاب یہ زمین و آسمان یہ ہوا اور پانی غرض تمام وہ اشیاء جو انسانی وجود کی ضرورتون کے محتاج ہین اپنے اسی تقاضائے رحمانی سے پیدا کئے ہین پھر اسی تقاضائے رحمانیت سے نبوۃ کا سلسلہ ہے جیسے ان اشیاء اور اجرام کی پیدائش کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہین اسیطرح نبوۃ کے سلسلہ کو سمجھنا مشکل نہین بلکہ آسان تر ہے کیونکہ ایک گنوار دہقان بھی جو بارش اور سورج کے مفاد کو سمجھتا ہے کہ وہ جسم کے لئے ضروری ہین اسیطرح پر . . . روح کی پرورش کے لئے سلسلہ نبوت کی تعلیم کیا مشکل ہوسکتی ہے۔

مین اوائل مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرۃ پڑھتا اور دیکھتا کہ کسطرح پر آپ کا انکار کیا گیا تو مجھے تعجب اور حیرت ہوتی کہ کیا دنیا مین ایسے اندھے اور سیاہ اندرون لوگ بھی گذرے ہین جنہون نے محمد رسول اللہ کا انکار کیا جس کی صداقت آفتاب سے بھی بڑھکر روشن اور بین ہے۔ مگر میرا تعجب جاتا رہا جب مین نے ان آنکھون سے دیکھ لیا کہ **مسیح موعود کا انکار کیا گیا۔**

مین بارہا اپنے مخدوم حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سے یہ تعجب ظاہر کیا کرتا تھا کہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیون انکار کیا گیا جو دنیا مین ایک ہی کامل بے عیب فرد بالکل آسمانی آدمی تھا جسپر کوئی الزام اپنون اور بیگانون نے نہین لگایا بڑے سے بڑا اعتراض اگر کوئی کیا تو شاعر اور مجنون کہدیا مگر کوئی الزام فسق یا خیانت کا باوجود اس دعوے کے کہ **قد لبثت فیکم عمراً** وہ نہین لگا سکے آپ کی پاک اور بے عیب ذات کا انکو شعور تھا اور وہ الامین اور المامون آپ کو سمجھتے تھے پھر اتنی باتون کا شعور ضرور تھا کہ اس بات کی طرف ان کو توجہ دیتا کہ اتنا بڑا اسطہرا ور فرکی انسان جھوٹ نہین بول سکتا مگر کوئی ایسا پردہ انکے دل پر پڑا کہ وہ اسکو سمجھ نہ سکے لیکن جب مسیح موعود کا اسی رنگ مین انکار کیا گیا تو میرا تعجب جاتا رہا +

مین یہ ہمیشہ سوچتا رہا ہون کہ کیون انکار کیا جاتا ہے ایک شخص کا جو کہتا ہے کہ مین خدا کی طرف سے آیا ہون اور وہ اپنے ساتھ وہ تمام نشان تائید اور نصرت الٰہی کے رکھتا ہے جو ہونے چاہئین تو مین اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ اس کفر کی جڑ دراصل **کفر بالرب** ہے جنہون نے مسیح موعود کا انکار کیا ہے ان کو اس تعجب نے کھالیا ہے کہ کیون خدا تعالےٰ فلان شخص سے ہمکلام ہوا مگر افسوس تو یہ ہے کہ انہون نے زمانہ کی مشہودہ محسوسہ ضرورتون کی طرف توجہ نہین کی انہون نے نہین دیکھا کہ اگر زمانہ کو کسی وقت کسی نبی اور مامور کی ضرورت ہوتی تھی آج اس سے بڑھکر ہے وہ دیکھیں جس جس زمانہ مین حضرت موسیٰ حضرت نوح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور ہوئے اسوقت دنیا کی کیا حالت تھی اسیطرح اب دیکھو کہ دنیا کی کیا حالت ہے؟ خدا کا اقرار اور سچی عبودیت اور طہارت نہین رہی بے حیائی اور بدنظری عام ہے نکتہ گیری عیب چینی بہتان کہلی بے حیائی اس وقت عام ہو رہی ہین ہزارون ہزار مرتد ہوگئے اور ہزارون کے دل مین اعتراض اور شکوک پیدا ہو رہے ہین۔ سو لویون صوفیون اور دوسرے لوگون مین خدا کی ہستی پر وہ یقین اور وہ ایمان نہین جو حقیقی نور اور معرفت عطا کرتا ہے ورنہ وہ اس طرح پر خدا کے مامور و مرسل کا انکار نہ کرتے اگر روحین مجذوم نہ ہوتین تو اسوقت کیون نہ سمجھ لیتے کہ وہ خدا جس نے اپنی ربوبیت سے ساری چیزین اسوقت تک لا تبدیل رکھی ہین وہی سورج نکلتا ہے بارشین ہوتی ہین۔ تو کیا ایسے روحانی امساک کے وقت روحانی بارش کی ضرورت نہین! ہے اور ضرور ہے اگر ربوبیت کے فیضان پر یقین ہوتا۔ تو اسوقت مسیح موعود کا انکار نکیا جاتا یاد رکھو کہ مسیح موعود کا انکار **کفر بالرب** ہے اگر خدا تعالےٰ کے کلام مین اسکا ثبوت نہ ہوتا تو البتہ یہ بات قابل التفات ہوتی مگر جب خدا کے کلام مین اسکا ثبوت ہے پھر انکار کیون؟

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ کفر بالرب کرتے ہین انکے تمام اعمال اور کاروائیان راکھ کے ڈھیر کیطرح ہو جاتی ہین اب دیکھو کہ تمام مولوی صوفی سخرات کا علم رکھنے

میرزا غلام احمد (خدا کی تائیدین اور نصرتین اسکے ساتھ ہون) کے مرید ہین دیکھو اللہ تعالیٰ ایسی جماعت بنانی چاہتا ہو جو جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ کے سچے وعدہ کی وارث ہوگی اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جماعت مطہر ہو جیسا کہ امام کی خواہش ہے اور کشتی نوح مین جیسا کہ تعلیم دی ہے پس دعائین کرو کہ تم اس وعدہ کے وارث بنو۔

حضرت حجۃ اللہ بٹالہ مین

عنوان مذکورہ کے متعلق اس قدر معلوم کرا دینا ضروری ہے کہ حضرت حجۃ اللہ کو بٹالہ کیون جانا پڑا؟ یاد رہے کہ حکیم فضل الدین صاحب مہتمم مطبع ضیاء الاسلام نے قادیان کے شمالی جانب نیلام شدہ فصیل کا ایک ٹکڑا خرید کیا تھا اور حضرت اقدس ہی کے نام اس کا بیعنامہ لکھا گیا تھا۔ ایک شخص منگل ساکن قادیان نے اس زمین کے متعلق یہ دعوے کیا کہ اس مین کوئی حصہ اسکا اپنا بھی ہے۔ یہ مقدمہ قریباً ڈیڑہ سال سے چلا آتا ہے اور ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ کیون اس قدر طول اس مقدمہ کو دیا گیا ہے۔ بالخصوص یہ امر چیف کورٹ کی توجہ سے کبھی نظر انداز نہین ہونا چاہیئے۔ بہرحال آخر مدعی نے حضرت اقدس کو شہادت مین طلب کرایا۔ اس شہادت کے ادا کرنے کے لئے حضرت اقدس کو بٹالہ جانا پڑا۔ (ایڈیٹر)

روانگی ۷۔ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کی صبح کو بعد ادائے نماز فجر حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام بٹالہ جانے کیلئے تیار ہوئے۔ ۷ نومبر کی صبح کا نظارہ دارالامان کے چوک مین قابل دید تھا۔ دارالامان کی کل جماعت مدرسہ کے طالب علم نہایت اشتیاق اور اخلاص کے ساتھ اپنے سید و مولا امام کی روانگی کے منتظر اور ہمراہ چلنے کے حکم کیلئے بیقرار تھے ہر ایک شخص اپنی اپنی طور پر مختلف حیلون اور راہون سے کوشش کرتا تھا کہ مجھے ساتھ جانیکا حکم ہو جاوے حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے یہی فرمایا کہ چونکہ آج ہی واپس آجانا ہے اس لئے کچھ ضرورت نہین کہ سب لوگ ساتھ جاوین۔ چند احباب آپکے ہمراہ تھے۔ جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب جناب مفتی محمد صادق صاحب۔ جناب میرزا محمد نواب صاحب جناب حکیم فضل دین صاحب۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم انکے سوا شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی اور ماسٹر عبد الرحمن صاحب ماسٹر محمد نصیب صاحب اور چند طلباء مدرسہ و صاحبزادگان الخلیفۃ بھی ہمراہ تھے۔ دارالامان سے کچھ فاصلے تک سب احباب ہمراہ گئے پھر حضرت نے سب کو رخصت کر دیا اور آپ رتھ مین سوار ہو گئے + آپ کی سواری عجیب اثر انداز تھی دو تین سوار بھی ساتھ تھے کچھ پیدل بھی تھے اور تین یکے بھی ہمراہ تھے +

راستہ راستہ مین اگر کچھ فاصلہ پر آگے ہو جاتے تھے تو ٹھیر کر حضرت اقدس کا انتظار کرتے تھے اور پھر اکٹھے ہو کر چلتے تھے۔ شیخ عبد الرحمن اور دو چار طالب علم حضرت اقدس کے ہمراہ پیدل جا رہے تھے اور سوار بھی ساتھ تھے۔ غرض آپ کی سواری ساڑھے نو بجے کے قریب بٹالہ پہونچ گئے۔ راستہ مین جہان ذرا ٹھہرتے ادھر ادھر کے لوگ آکر دیکھنے کو جمع ہو جاتے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت کچھ کاغذ پر راستہ مین لکھتے بھی تھے بٹالہ جاکر معلوم ہوا کہ آپ **عربی قصیدہ** کے کچھ شعر کہتے جاتے تھے۔ اس بات کے اظہار سے ہمکو یہ دکھانا مقصود ہے کہ اعلاء حق اور بھی خواہی خلق کا کسقدر جوش آپکے دل کو عطا کیا گیا ہے کہ سفر مین بھی وہ ورد دل کو نہین چھوڑتا۔ (اللھم صل علے محمد وعلے آل محمد وبارک وسلم)

شیخ عبد الرحمن صاحب کا اپنا بیان ہے کہ انکو مخاطب کر کے ان کے والد صاحب (جو ہندو ہے) کے حالات دریافت کرتے رہے اور فرمایا کہ ان کی خدمت اچھی طرح کرو اور خدا تعالے سے امید رکھو کہ انکو بھی ہدایت دے اپنے اخلاق کا عمدہ نمونہ دکھاؤ اور اسلامی احکام کا عمدہ نمونہ بناؤ۔ اس قسم کی نصائح فرماتے رہے۔

بٹالہ پہونچنا جیسا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اعلی حضرت کی سواری ساڑھے نو بجے کے قریب بٹالہ پہونچی اترتے ہی لوگون کا ایک ہجوم ہو گیا اور کچہری کے اہلکار اور دوسرے لوگ زیارت کے لئے آموجود ہوئے۔ اس باغ مین جو کچہری کے سامنے ہے ڈیرا کیا گیا۔ آپ بعض حوائج سے فارغ ہو کر حلقہ خدام مین اجلاس فرما ہوئے۔ اور کاغذ طلب کیا فرمایا کہ راہ مین چند شعر کہے ہین ان کو لکھ لون۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اپنی نوٹ بک پیش کی اور آپ لکھنے لگے۔

دسترخوان کھانا ساتھ ہی تھا حکم ہوا کہ پہلے کھانا کھا لیا جاوے چنانچہ دسترخوان بچھایا گیا۔ ابھی کھانا کھا ہی گیا تھا کہ ہمارے پرانے دوست چوہدری نبی بخش صاحب المعروف عبد العزیز نمبردار بٹالہ جنکا تو بہ نامہ الحکم مین درج ہو چکا ہے آگئے نہایت اخلاص سے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا۔ حضرت بھی بڑے رحم اور شفقت سے پیش آئے۔ اور کھانا کھانے کا حکم دیا اور نہایت ترحم سے باتین کرتے رہے۔

منشی محمد یوسف صاحب سے خطاب منشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ایک دینی جہاد کر رہے ہین اللہ تعالے اسی کی جزا دیگا۔ مین نے ایڈیٹر الحکم کو حکم دیا ہے کہ وہ سارا مباحثہ الحکم مین چھاپ دین۔ جو زائد کاپیان آپ کو مطلوب ہون ان سے لے لین۔ زائد اخراجات آپ کو برداشت نہ کرنے پڑینگے اور ثواب بھی ہو گیا۔

اور فرمایا کہ آپ دیکھتے ہین کہ اللہ تعالے جلدی اس سلسلہ کو پھیلا رہا ہے اللہ تعالے نے چاہا کہ اس سلسلہ کو دنیا مین پھیلائے۔

ضمنی باتین ضمناً فرمایا۔ کوئی درخت اتنی جلدی **پھل نہین لاتا جسقدر جلدی ہماری جماعت ترقی** کر رہی ہے یہ خدا کا فعل ہے اور عجیب یہ خدا کا نشان اور اعجاز ہے۔

فرمایا یہ صحیح نہین ہے کہ صحابہ حضرت مسیح کی اس شان کے قائل تھے جو خدائی کی ناواقف مسلمانون نے اکی بنا رکھی ہے اگر وہ مسیح کو اسی شان سے مانتے کہ وہ حقیقی مردے زندہ کرتے تھے اور حی و قیوم تھے تو ایک بھی مسلمان نہ ہوتا اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ان کی صفات کو یقین کرتے تو وہ اخلاص اور وفاداری ان مین پیدا نہ ہوتی۔

فرمایا۔ حضرت عیسے علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی بڑا احسان ہے کہ آپ نے انکا تبریہ کیا اور ان الزامون سے پاک کیا جو ناپاک یہودی لگاتے تھے جو یہودی مسلمان ہوتا تھا کتنی بڑی بات ہے کہ حضرت عیسے کی رسالت کا اسے پہلے اقرار کرنا پڑتا تھا۔

فرمایا۔ عیسائی مذہب ایسا ہے کہ اسکو پیدا ہوتے ہی صدمہ پہونچا جیسے کوئی لڑکی پیدا ہوتے ہی اندھی ہو ایسا ہی اس مذہب کا حال ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کیا اور اسکو پاک کیا۔

ایک قصہ بٹالہ آنیکا تذکرہ ہو پڑا۔ فرمایا ہمارا یہان آنا تو کوئی اور ہی حکمت رکھتا ہے ورنہ یہ شہادت کیا اور شہادت بھی لاعلمی کی۔ اسپر آپنے فرمایا کہ دو بزرگ ابو القاسم اور ابو سعید نام تھے اتفاق سے دونون ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ ان کے ایک مرید نے کہا کہ میرے دل مین ایک سوال ہے اتفاق سے دونون جمع ہو گئے ہین مین پوچھنا چاہتا ہون اور وہ سوال پیش کیا کہ آنحضرت صلعم جو مدینہ مین آئے تھے اسکی وجہ کیا تھی؟ ابو القاسم نے کہا کہ بات اصل مین یہ تھی کہ آنحضرت صلعم کے بعض کمالات مخفی تھے ان کا ظہور اور بروز وہان آنے سے ہوا۔ ابو سعید نے کہا آنحضرت صلعم اسلئے آئے تھے کہ بعض ناقص ابھی موجود تھے ان کی تکمیل کے لئے آئے۔ گویا دونون نے اپنے اپنے رنگ پر اپنی انکساری کا اظہار کیا۔ اور ایکدوسرے کی تکریم۔ اسی طرح ہمارے یہان آنے کی غرض تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ میان نبی بخش سے ملاقات ہو گئی کچھ تبلیغ ہو جائیگی بہت لوگونکو فائدہ پہونچ جائیگا ان یا تو نہین آپ کھانا کھائیے

+ ۷ نومبر کی ڈائری ہی ہے۔ ایڈیٹر

آداب مجلس کی ایک بات کھانا کھا چکنے کے بعد آپ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور الگ جاکر خلال کیا اور ہاتھ وغیرہ دھوئے۔ جس سے ادب مجلس کا ایک عملی سبق ملا۔

متفرق باتین پھر اور لوگ ملاقات کے لئے آگئے۔ اور شہادت کے تذکرہ پر فرمایا کہ شہادت کا چھپانا گناہ ہے اور جب سرکار بلائے تو ضرور حاضر ہونا چاہیئے شہادت سے جب کسی کی بھلائی ہو اور حق کھل جائے تو کیون ادا نہ کرے۔ ہر جگہ جو انسان قدم رکھتا ہے اس مین خدا کی حکمت ہوتی ہے زمین پر کچھ نہین ہوتا جبتک آسمان پر تحریک اور مقدر نہو۔

شیخ علی احمد صاحب لیڈر کی ملاقات اسی اثنا مین شیخ علی احمد صاحب پلیڈر آگئے اور انہون نے آپ سے ملاقات کی اور اپنے قدیمی تعلقات ارادت پیش کرکے دعا کے لئے عرض کیا۔ اور اپنے کام پر چلے گئے۔

ایک سائل ایک سائل نے آکر کچھ مانگا آپ نے میر صاحب کو حکم دیا کہ اس کو کچھ دیدین اور جو آجاوین انکو بھی کچھ نہ کچھ دیدو۔

منشی نبی بخش صاحب نے ایک عیسائی کا سوال پیش کیا کہ وہ ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد سے مسیح کی الوہیت ثابت کرتے ہین۔ فرمایا کہ بیشک ان لوگون پر جو مسیح کو زندہ آسمان پر بٹھاتے ہین یہ سوال معقول ہے۔ انسان اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ان مسلمانون نے خود اقرار کرلیا ہے کہ مسیح زندہ ہے اور آسمان پر بیٹھا ہے اور ایسا ہی اُسکے معجزات اور اسکا خالق طیور ہونا بہت سی باتین ہین جن سے عیسائیون کو مدد ملی ہے ہم عیسائیون کو کیا روئین ہمارے گھر مین خود یہ مسلمان اسلام پر چھری چلا رہے ہین۔

ایک توحید پسند ہندو لالہ کاہن چند صاحب مختار عدالت بٹالہ (جو توحید پسند ہندو ہین) نے آپ سے الہام **انت منی وانا منک** کی تشریح و تفسیر کے متعلق سوال کیا کہ دافع البلاء مین جو یہ الہام درج ہے اس سے کیا مراد ہے۔؟

انت منی وانا منک فرمایا اسکا پہلا حصہ تو بالکل صاف ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالے مامور کرکے دنیا مین بھیجتا ہے اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کرکے بھیجتا ہے۔ جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے۔ اب اس الہام مین جو خدا تعالے فرماتا ہے **انا منک** اسکا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا + ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شر و فساد سے بھر جاتی ہے لوگ اسباب پرستی مین ایسے فنا اور منہمک ہوتے ہین کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہین ہوتا۔ ایسے وقتون مین خدا تعالے اپنے اظہار کے واسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیجدیتا ہے۔ ہندوؤن نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسیکا ہم رنگ ہے گویا خدا تعالے ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ مین اسباب پرستی اور دنیا پرستی اسی طرح پھیل گئی ہے۔ خدا تعالے پر بھروسہ اور ایمان نہین رہا۔ دہریت اور الحاد کا زور ہے۔ جو کچھ حالت اس وقت زمانے کی ہو رہی ہے اسپر نظر کرکے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہین عملی حالت ایسی کمزور ہوگئی ہے کہ کھلی بیحیائی اور فسق و فجور بڑھ گیا ہے۔ یہ ساری باتین ظاہر کرتی ہین کہ دلون سے خدا پر ایمان اور اس کی ہیبت اٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہین ورنہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ مین سانپ ہے تو وہ کبھی اس مین اپنا ہاتھ نہین ڈالتا پھر یہ بیحیائی اور فسق و فجور اتلاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہین ہوتا کہ خدا پر ایمان نہین رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہوگیا ہے۔ اسوقت خدا تعالے نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا اور مجھے مبعوث کیا۔ اسلئے مجھے کہا کہ:-

انت منی وانا منک

اور اسکے یہی معنے ہین کہ میرا جلال اور میری توحید وعظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا چنانچہ وہ نصرتین اور تائیدین جو اس نے اس سلسلہ کی کی ہین اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہین وہ خدا تعالے کی ہستی اور اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعہ ہین +

یہ امر کوئی ایسا امر نہین کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب مین مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا کے ظہور کا آتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اسوقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہین رہتا۔ اور عملی رنگ مین دنیا دہریہ ہوجاتی ہے۔ اسوقت جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے وہ اسکی ہستی توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھیرتا ہے۔ اور وہ **انا منک** کا مصداق ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خدا تعالے کو کسی ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم کہین گے کہ یہ سچ ہے اسکو کوئی ضرورت نہین ہے مگر اس نے اس عالم اسباب مین ایسا ہی پسند فرمایا ہے دیکھو پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہین ہو سکتی " اسی طرح جسقدر قوتین اور طاقتین ہین اور انکے تقاضے ہین وہ اسی طرح پورے ہوتے ہین اسی طرح دنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لئے اس نے بادشاہون اور حکومت کے سلسلے کا انتظام رکھا ہے جو شریرون کو سزا دیتے اور مخلوق کے حقوق انکی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہین۔ خدا خود اتر کر تو نہین آتا حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور شریرون کی شرارت سے بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے اسی طرح روحانی نظام کے لئے بھی اسکا ایسا ہی قانون ہے یہی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت۔ بصیرت اور یقین پیدا ہو خدا ہی کیطرف سے آتا ہے اور اسکا مامور بنکر آتا ہے اور وہ ذریعہ ٹھیرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کا۔ اور وہ اس وقت آتا ہے جب دنیا مین یہی پاکیزگی نہین رہتی اور خدا سے دوری اور بُعد ایسا ہوتا ہے کہ گویا **خدا ہے ہی نہین** اور جب دنیا کے ہاتھ مین صرف پوست رہجاتا ہے اور مغز نہین رہتا تب خدا اپنے کسی بندے کے ذریعہ اپنا ظہور فرماتا ہے چونکہ اس زمانہ مین اس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے مجھے مخاطب کرکے فرمایا:-

انت منی وانا منک

بابو کاہن چند آپ نے رسالہ مین اور معنے کئے ہین۔

فرمایا ہم نے اور معنے کبھی نہین کئے ہین ہم تو ہمیشہ یہی معنے کرتے ہین آتھم نے بھی یہ سوال ہم سے کیا تھا اور اسکو یہی جواب دیا گیا تھا انسان کو چاہیئے کہ انصاف ہاتھ سے نہ دے یہ تو حلاوت کی بات ہے انسان اس سے اپنا ایمان بڑھاتا ہے اگر یہ بات نہ ہو تو پھر سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔ آج کل لوگ خدا کے قایل نہین رہے بلکہ دہریہ ہین اس لئے خدا تعالے نے اپنے جلال کو ظاہر کرنے کے واسطے ایک **انسان** کو دنیا مین بھیجا ہے۔ اسکے بعد بابو صاحب تشریف لے گئے اور دھرمکوٹ کی جماعت آپہونچی۔ جنہون نے بڑے اخلاص سے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا +

کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم الآیۃ اس آیت کے معنے پوچھے گئے۔ فرمایا۔ انسان پر ایک زمانہ آتا ہے کہ وہ نطفہ ہوتا ہے اور اسکا کوئی وجود نہیں ہوتا پھر مدارج ستہ سے گزر کر اسپر ایک موت آتی ہے اور پھر اسے ایک احیاء دیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ ہر حیات سے پہلے ایک موت ضرور آتی ہے اس آیت میں صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ان پر ایسا گزرا ہے کہ وہ بالکل مردہ تھے یعنی ہر قسم کی ضلالت اور ظلمت میں مبتلا تھے پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ زندگی عطا ہوئی اور پھر ان کی تکمیل اور ایک موت ان پر وارد ہوئی جو فنا فی اللہ کی موت تھی اسکے بعد ان کو بقا باللہ کا درجہ ملا۔ اور ہمیشہ کے لئے زندگی پائی۔

منا کم ثلاثہ ایک حدیث مولوی فتح الدین نے پیش کی جس کی تاویل کر کے اسے مسیح موعود کے وجود پر چسپان کیا جاتا تھا۔ فرمایا کیا ضرورت ہے اس بات کی خدا تعالےٰ نے کھلی کھلی تائید ہیں ہمارے لئے رکھدی ہیں کیا منا کم ثلاثہ ہمارے مخالفوں کے لئے کافی نہیں ایک بخاری کا منکم (وامامکم منکم) مسلم کا منکم (امامکم منکم) اور سب سے بڑھ کر قرآن کا منکم (وعد اللہ الذین آمنوا منکم) پھر آپ نے آیت **فلما توفیتنی** پر تقریر کی کہ کیسی واضح اور قطعیۃ الدلالت ہے اور وہی تقریر جو بار ہا الحکم میں طبع ہوئی فرمائی اور ایسا ہی **فاویناھما الی ربوۃ ذات قرار و معین** سے استدلال فرمایا جو ہم الحکم میں آپ کی ڈائری کے ضمن میں کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔

بیعت اور کھانا منشی نعمت علی صاحب نے کھانے کے لئے عرض کیا فرمایا تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم کھانا کھا چکے ہیں جب تم لوگوں نے بیعت کر لی تو گویا ہمارے بدن کے جزو ہو گئے۔ پھر الگ کیا رہ گیا۔ یہ باتیں تو جبھی کے لئے ہو سکتی ہیں۔

اپنی اعجازی ترقی جماعت کی اعجازی ترقی کے ذکر پر فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی سعی نہیں کیجاتی ہمارے واعظ نہیں بایں ہمہ اسقدر ترقی ہو رہی ہے کہ عقل حیران ہے اور اصل یہ ہے کہ اگر ہماری سعی اور کوشش سے کچھ ہوتا تو شاید شرک ہوتا۔ اسلئے خدا تعالےٰ خود چاہتا ہے کرتا ہے۔ ممالک مغربی و شمالی میں جہاں ہمکو تین آدمی کا بھی علم نہیں مردم شماری کے رو سے نو سو سے زائد آدمی ہیں اور یہ جماعت اب ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں مخالف خود محرک ہو رہے ہیں بعض لوگوں کے خطوط آئے ہیں کہ محمد حسین کے رسالوں میں کوئی مضمون دیکھتے تھے ان سے معلوم ہوا کہ آپ حق پر ہیں اور بعض ایسے خطوط بھی آئے ہیں کہ کوئی فقیر ایک کتاب لایا تھا وہ کتاب چھوڑ گیا اور اسکا پتہ نہیں غرض اس پر ذکر فرماتے رہے کہ مخالفوں نے ہر طرح سے مخالفت کی مگر خدا نے ترقی کی۔ یہ سچائی کی دلیل ہے کہ دنیا لوٹ کر زور لگاوے اور حق پھیل جاوے اب ہمارے مقابل کونسا دقیقہ مخالفت کا چھوڑا گیا مگر آخر انکو ناکامی ہی ہوئی ہے۔ یہ خدا کا نشان ہے اس میں دو چیزوں نے بڑی مدد دی طاعون نے بیعت کرنے والوں کو بڑھایا اور مردم شماری نے تصدیق کی۔

مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا:۔ ”قبول حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ ہی کیطرف سے آتی ہے اس کی توفیق کے سوا کوئی چارہ نہیں“

فرمایا انبیاء نے کبھی تماشے نہیں دکھائے البتہ جب ان پر شدائد اور مصائب آتے تھے تو اللہ تعالےٰ انکی طرف سے تماشا دکھایا کرتا ہے جیسے قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علے ابراہیم سے معلوم ہوتا ہے ایسا ہی ہم پر قتل کا مقدمہ بھی ایک نار تھا جس سے اللہ تعالےٰ نے نجات دی۔

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ انبیاء بھی قینچی کا کام کرتے ہیں ایک طرف سے قطع کرتے ہیں اور دوسری طرف پیوست کرتے ہیں۔

کسی شخص نے کہا کہ صحابہ کے کپڑے میلے کچیلے ہوتے تھے پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے فرمایا یہ جھوٹ ہے میلے کچیلے ہونا اور بات ہے اور پیوند ہونے اور بات ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے والرجز فاھجر۔ پس پاک صاف رہنا ضروری ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف میں فرمایا۔ لا یمسہ الا المطھرون۔

نماز ظہر و عصر چونکہ عدالت میں ابھی پیش ہونے میں دیر تھی نماز کی تیاری کی گئی اور سفر میں ہونیکے باعث نماز ظہر و عصر قصر کر کے جمع کی گئی نماز میں کوئی دو سو کے قریب آدمی شریک تھے نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ امرتسر کی جماعت آگئی اور ادھر ادھر کی باتیں طاعون ٹیکہ وغیرہ کے متعلق ہوتی رہیں خلقت کا اژدہام اور انبوہ کثرت سے تھا۔ بہت سے آدمیوں نے اس مجمع میں دوبارہ بیعت کی۔

حضرت اقدس بطور گواہ آخر دو بجے کے بعد آپ بطور گواہ پیش ہوئے خلقت کا ہجوم اسقدر تھا کہ برآمدوں اور کمرہ عدالت میں جگہ نہ تھی گویا ساری کچہری وہیں امڈ آئی اور ایک سے ایک آگے بڑھکر آپ کی زیارت کرنا چاہتا تھا منشی غلام جیلانی صاحب منصف بھی موجود تھے عدالت نے بمشکل کمرہ کو خالی کرایا اور دروازوں کو بند کرا دیا معمولی طریق حلف کے بعد آپ کی شہادت ہوئی اسکے بیان اور اظہار کی ہمکو ضرورت نہیں جو کچھ آپ کو صحیح اور یقینی علم تھا آپ نے بتلا دیا۔

عدالت کا سلوک ہم نہیں بھاری فروگذاشت کرینگے اگر اس امر کا اظہار نہ کریں کہ عدالت آپ سے کس طرح پیش آئی۔ ہم منشی نصیر الدین صاحب منصف کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے نہایت احترام اور شریفانہ طریق پر حضرت اقدس کیلئے کرسی رکھوائی اور آپکو اسوقت تک کرسی پر آرام سے بیٹھے رہنے کیلئے کہا جبتک کہ وہ کمرہ عدالت سننے والے لوگوں سے خالی کرا چکے۔ جب کمرہ میں سے سب لوگ باہر نکالدیئے گئے تو انہنے اپنا بیان دیا۔ کمرہ عدالت میں آپکے خدام میں سے خاکسار ایڈیٹر الحکم۔ مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ عبد الرحمن صاحب موجود تھے۔

الغرض ہم منشی نصیر الدین صاحب کے اخلاق اور مردم شناسی کی تعریف کرتے ہیں۔ جب آپ شہادت دے چکے تو منصف صاحب نے حضرت اقدس کو رخصت کیا اور آپ ایکجم غفیر کے حلقہ میں فرودگاہ پر آئے اور دار الامان کیطرف روانہ ہونیکا حکم دیا۔ اور خیر و عافیت سے کوئی ساڑھے چھ بجے کے قریب دار الامان پہونچ گئے۔ والحمد للہ علی ذالک۔ اس موقعہ پر اٹھوال سیکھواں۔ وہرکوٹ اور بعض دوسرے دیہات کی جماعتیں حاضر ہوگئی تھیں۔ (ایڈیٹر)

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت حجۃ اللہ آپکے اہلبیت اور اکابران ملت خدا کے فضل سے بہمہ وجوہ تندرست ہیں۔

۲۔ حضرت اقدس ایک عظیم الشان تصنیف میں مصروف ہیں جو خدا تعالیٰ کا ایک بین نشان ثابت ہوگی (انشاء اللہ العزیز)

۳۔ توسیع مکان کا چندہ تین ہزار کے قریب ہو چکا ہے ابھی ترقی کی اور ضرورت در پیش ہے تعمیر کا کام شروع ہو نیوالا ہے چنانچہ لکڑی کی خرید کیلئے جناب میر صاحب نواب امرتسر تشریف لیگئے

۴۔ پچھلے جمعہ کو مولانا مولوی سید محمد احسن۔ امروہی کی اہلیہ کلاں اور ڈاکٹر فیض احمد صاحب کا جنازہ پڑھا گیا۔

ناظرین اور ہم

۱۔ جو کتابیں اور رسالے یا جدید اخبار مختلف مقامات سے بغرض ریویو دفتر الحکم میں پہونچے ہیں انپر مناسب وقت پر ہم انشاء اللہ اپنی رائے کا اظہار کرینگے۔

۲۔ جن خریداران اخبار نے ہماری گزارش پر توجہ فرما کر چندہ بذریعہ وی پی وصول کرلیا ہے ہم انکی بر وقت امداد فرمائی کے شکر گزار ہیں اور دوسروں سے ایسی ہی تمنا کرتے ہیں۔ نومبر کے آخر تک تمام حساب بیباق ہو جانے ضروری ہیں۔

۳۔ **تصحیح**۔ کسی گذشتہ اشاعت میں جو الہام الا الذین علوا یا استکبار درج ہوا ہے دراصل من استکبار صحیح ہے۔

کشتی نوح۔ ۱۰ نومبر کے بعد آٹھ جلد یا آٹھ جلد سے زیادہ

انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و مالک کے چھپکر شایع ہوا۔

۲- فرمایا طاعون کے خوفناک نتائج یہی ہیں
کہ آخر کو جنگل بنا دیتی ہے۔ اس پر جناب مولوی
نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں نے
پڑھا ہے یہ جو نئی آبادی بار میں ہوئی ہے اس
میں پرانی آبادیوں کے نشانات ملے ہیں اور یہ
لکھا ہے کہ یہ قطعات آباد تھے اور طاعون
سے ہلاک ہوئے تھے۔

خدا کا جلال ظاہر ہو

۳- **فرمایا** خواہ سو دو طبیب
لوگ ہزاروں ہی مر جاویں مگر
میرا یہی جی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ
کا جلال ظاہر ہو اور دنیا کو
خدا کا پتہ لگے اور ثبوت ملے کہ کوئی قادر خدا بھی ہے۔
اسوقت دہریت اور الحاد بہت پھیلا ہوا ہے
خدا تعالیٰ کی طرف سے لاپروائی ظاہر کی جاتی ہے
اور جن لوگوں نے بظاہر خدا تعالیٰ کا اقرار
بھی کیا ہے انہوں نے یا تو خطرناک شرک کیا
ہے جیسے عیسائی اور دوسرے مشرک بُت
پرست۔ اور پھر جنہوں نے بظاہر توحید کا
اقرار کیا ہے یعنی مسلمان انہوں نے بھی درپردہ
شرک اختیار کر رکھا ہے اور مسیح کو خدا کی
صفات سے متصف ٹھیرا رکھا ہے۔ علاوہ
بریں خدا تعالیٰ کی حکومت کے نشان انکے
اعمال سے ثابت نہیں ہوتے۔ اعمال میں سستی
بیباکی اور دلیری پائی جاتی ہے جس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دلوں پر
نہیں رہا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ بیباکی
اور اباحت کے دور میں بیشک ہزاروں ظالم طبع
ہلاک ہوں تاکہ دوسروں کیلیے عبرت ہو اور وہ
خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان
لانیوالے ہوں۔
دیہات کے لوگ تو جنگل کے وحشیوں کی طرح ہیں
مگر شہر والے بھی جو تعلیم یافتہ ہیں انکی حالت بہت
ہی ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں
کہ مسلمانوں میں بھی اعلائے کلمۃ اللہ اور اپنے
اعمال کی اصلاح اور تبدیلی کا جوش نہیں پایا
جاتا۔ باپ دادا سے **لا الٰہ الا اللہ**
محمد رسول اللہ سن لیا اور اسی کو
کافی سمجھا اعمال کی پروا نہیں۔

انہ اوی القریۃ

۴- یہ جو الہام ہو چکا ہے
انہ اوی القریۃ اگر
منتشر کرنے کا نیا قانون منسوخ
نہ ہوتا تو اس مضمون کو الہام میں داخل سمجھا
جا سکتا تھا مگر اب جبکہ سب جگہ قانون منسوخ
ہو گیا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کا منشاء یہی ہے جیسا کہ دوسرے الہام لولا
الاکرام لھلک المقام سے پایا جاتا
ہے۔ اسمیں ایک شوکت بھی ہے اور چشم نمائی
بھی جیسے ایک مجرم کو جج تین سال کی سزا دے
اور ساتھ ہی یہ کہدے کہ اصل ۱۴ سال کی سزا کے
لائق تھا مگر عدالت رحم کر کے تین سال ہی کی
سزا دیتی ہے۔ اسیطرح یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ درحقیقت
اصل یہ جگہ بھی ایسی ہی تھی کہ ہلاک کی جاتی مگر
خدا تعالیٰ اپنے اس **سلسلہ کا اکرام** ظاہر
کرنا چاہتا ہے کہ اسکے اکرام کیوجہ سے اسکو ہلاکت
سے بچا لیا۔ اور اسطرح یہ نشان ٹھیرا۔

میری نصیحت

میری نصیحت اسوقت اپنی جماعت
کو یہی ہے کہ یہ دن بڑے سخت
اور ہولناک ہیں اس لیے جہانتک
ہو سکے اپنے دلوں کو اور آنکھوں کو بُرے
جذبات سے روکے۔ اور اپنے اعمال اور چال
چلن میں خاص تبدیلی کرے۔ یہ وقت تبدیلی کا
ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے معافیاں مانگنے کا۔
پس اسوقت خدا سے سچا تعلق پیدا کرو میں نے
سُنا ہے کہ ایک شخص عین شادی کے دن طاعون سے
مر گیا دُنیا کی بے ثباتی کے لیے کیسی عبرت بخش
مثال ہے۔ اگر دانشمند غور کرے تو اسکو معلوم ہو
یہ دن بڑے عجیب ہیں۔ ان پر نظر کرنے سے موت
یاد آتی اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوتا ہے
اور یقین ایک ایسی شے ہے جو اعلیٰ درجہ کی
لذۃ اور سرور صادق الیقین کو بخشتا ہے۔ وہ
کسی اور کو میسر نہیں آ سکتی۔ خدا شناسی
کے مسئلہ پر اسوقت ہزاروں قسم کے حجاب اور گرد و غبار
ہیں اور وہ یقین جو لذۃ بخش نتائج اپنے
ساتھ رکھتا ہے وہ نہیں رہا۔ اور وہ سرور جو دنیا کے
تعلقات میں پیدا ہونیوالے رنج اور غم کو
دور کرتا ہے اسوقت نہیں۔ بلکہ یہ حالت ہو
رہی ہے کہ اکسیر مل جاوے تو مل جاوے
لیکن ایسے آدمی اس زمانہ میں ملنے مشکل ہیں
جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا یقین رکھتے ہوں
جس نے انکی ساری قوتوں اور جذبات پر اپنا
اثر کیا ہوا ہو اور ایسی معرفت عطا کی ہو
جس سے انکے گناہ کی زندگی پر موت وارد ہو چکی ہو
میں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دلوں کا ملنا بہت ہی مشکل
ہے جو ایمان اور اس کے لذۃ بخش نتائج کی قدر
سے بھرے ہوئے ہوں۔
ضرورتیں تو اسوقت بہت سی ہیں جو
اللہ تعالیٰ اپنی قدرۃ کا نمونہ دکھائے
اور اپنی چمکار سے دنیا کو روشن کرے۔
مگر سب سے بڑی ضرورۃ اسی معرفۃ اور یقین کا
پیدا کرنا ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ طاعون
اسکو پورا کر رہی ہے۔ ٹیکہ کا علاج اسوقت
تک آخری سمجھا گیا ہے لیکن اگر یہ علاج خدا
نخواستہ ٹھیک نہ ہو تو پھر مشکل ہو گی۔ ابھی تک
اسکا پورا تجربہ بھی نہیں ہوا۔ جبتک ایک
عدد کثیر نہ ہو کیا کہہ سکتے ہیں مثلاً لاہور میں
۵۰ یا ۶۰ ہزار آدمی ٹیکا لگوائیں اور پھر
ایک دو جاڑے اس پر امن سے گذر جائیں
تو کچھ پتہ ملے۔ لیکن اگر چھ مہینے کے بعد
اسکا اثر زائل ہو جاوے اور ہر ششماہی
کے بعد یہ نسخہ لگے پڑا تو کچھ نہیں۔ خیر

خدا سے جنگ

احادیث میں جو آیا ہے کہ آخر
خدا سے لڑائی کریں گے۔
یہ اسی قسم کی جنگ ہوگی
جو خدا تعالیٰ کی قضا و قدر کے مقابلہ کیلیے
ہر قسم کی طیاری کی جاوے گی میرے الہام
میں جو انی اجہز الجیش ہے اس
سے مراد طاعون ہی ہے۔
اور ایسا ہی حضرۃ مسیح نے اپنی آمد کا زمانہ
نوح کے زمانہ کی طرح قرار دیا۔ اور پھر خدا
تعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا اور
اصنع الفلک الہام ہوا۔ اور لا
تخاطبنی فی الذین ظلموا
انہم مغرقون بھی فرمایا جس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک عظیم الشان
طوفان آنیوالا ہے۔ اور پھر اس طوفان میں
میری بنائی ہوئی کشتی ہی نجاۃ کا ذریعہ ہوگی
اب یہ طاعون وہی طوفان ہے اور خدا کا
زور آور حملہ۔ اسکی چمکار ہے یہی وہ سیفۃ
الہلاک ہے جسکا براہین میں ذکر ہوا ہے
طبیبوں اور ڈاکٹروں کو اقرار کرنا پڑا ہے
کہ اسکا کوئی نظام مقرر نہیں کہ گرمی میں کم
ہوتی ہے یا سردی میں زیادہ کیونکہ اکثر دیکھا
گیا ہے کہ بعض مقامات میں گرم موسم میں
بھی اسکی کثرۃ میں فرق نہیں آیا غرض اسکا
علاج بجز استغفار اور خدا تعالیٰ سے صلح کرنے
اور اپنے اعمال میں پاکیزگی اور طہارۃ کے کیا ہو سکتا ہے؟

۲۱- صبح کی سیر

۱- فرمایا بعض الفاظ قرآن شریف کے ذب اور دفاع کیطور پر آئے ہیں اور نادانوں نے اسکو مخصوص کرلیا ہے۔ جیسے حرہم کو صدیقہ کہا یا اس لیے کہ یہودی ان پر قسم قسم کے الزام اور اتہام لگاتے تھے قرآن شریف نے صدیقہ کا لفظ کہکر ان تمام اعتراضونکو اڑا دیا دنیا مین بھی یہی قاعدہ ہے کہ جس پر الزام ہو اس کی بریت کیجاتی ہے

۲- فرمایا عیسائیون کو جو حق سمجھ نہین آتا۔ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی حضرت عیسے کی بد دعا ہی ہے۔ ہمارے مخالف طالب حق ہوکر نہین آتے۔ حجت بازی اور دشنام دہی کا طریق انہون نے اختیار کرلیا ہے اور آدمیت کو چھوڑ دیا ہے

۲۱- دربار شام

اول- کچھ آدمیون نے بیعت کی۔

۲- کنگ سے دو بھائی آئے ہوئے ہین ان مین کر ایک نے نہایت اخلاص سے اپنی مرحومہ بیوی کا زیور حضور مین پیش کیا ہے کیونکہ مرحومہ اس کی وصیت کر گئی تھی۔

مولوی نورالدین صاحب حکیم الامت نے اس پر عرض کیا کہ بڑے ہی اخلاص اور شہادت کا نشان ہے۔ فرمایا آخرین منہم سے کہکر جو خدا تعالے اس جماعت کو صحابہ سے ملاتا ہے تو صحابہ کا سا اخلاص اور وفاداری اور ارادت ان مین بھی ہونی چاہیے صحابہ نے کیا کیا جس طرح پر انہون نے خدا تعالے کے جلال کے اظہار کو دیکھا اسی طریق کو انہون نے اختیار کرلیا یہان تک کہ اس کی راہ مین جانین دیدین وہ جانتے تھے کہ بیویان بیوہ ہون گی بچے یتیم رہ جائین گے لوگ ہنسی کرین گے مگر انہون نے اس امر کی ذرا پروا نہ کی۔ انہون نے سب کچھ گوارا کیا۔ مگر اس ایمان کے اظہار سے نہ رکے جو وہ اللہ اور اس کے رسول پر لائے تھے حقیقت مین ان کا ایمان بڑا قوی تھا اس کی نظیر نہین ملتی۔

اب دیکھ لو ایک تو وہ گروہ تھا جس نے اپنی جانون کو خدا کی راہ مین کچھ چیز نہ سمجھا اور ایک عیسائی ہین جو مسیح کے کفارہ پر ناز کرتے ہین اور ایک جان دینے پر گھمنڈ کرتے ہین حالانکہ وہ بھی غلط نکلی ہے مقابلہ کرکے دیکھو کہ صحابہ کی وفاداری اور استقلال جانون کے دینے مین کیا تھا۔ اور خود مسیح کا کیسا!

استغفار و گناہ | گناہ افراط و تفریط کا نام ہے اور استغفار یہ ہے کہ اے اللہ تو اپنا فضل و کرم رکھتا کہ اعتدال پر ہم رہین جو صراط مستقیم ہے اور انعمت علیہم کی راہ ہے۔ ہم ان عیسائیون سے پوچھتے ہین کہ کیا حضرت عیسے خدا کے محتاج تھے یا نہین جو شخص (خواہ وہ کوئی ہو) خدا تعالے کا محتاج اپنے آپ کو نہین سمجھتا- وہ بے ایمان ہے لیکن بڑا عارف اور فنافی اللہ کے مقام پر وہ ہے جو ہر آن اور ہر ساعت خدا تعالی کی اعانت چاہتا ہے اور ایاک نستعین مین اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔

پانی اور گناہ کی معافی | گناہ کی معافی کے ساتھ پانی کا تعلق ہر قوم نے رکھا ہے عیسائی بھی پانی سے بپتسمہ دیتے ہین اور دوسری بعض قومین بھی کسی نہ کسی پانی کے ذریعہ اپنے گناہون کی معافی چاہتی ہین اسلام نے ایک پانی گناہون کی معافی کے لئے رکھا ہے جو دوسری قومون کو نصیب نہین ہے- وہ گریہ و بکا کا پانی ہے دوسرے بیرونی اور غیر حقیقی پانی ہین لیکن یہ پانی دل کے چشمہ سے پھوٹتا ہے اور گناہون کی تیرگی اور تاریکی کو بہا لیجاتا ہے اور یہی حقیقی پانی ہے جس سے گناہ دھوئے جاتے ہین۔

مسیح اور توبہ کا بپتسمہ | مسیح نے یوحنا کے ہاتھ پر جو بپتسمہ لیا وہ توبہ ہی کا بپتسمہ تھا اس بپتسمہ کے بعد ہی روح القدس اترا تھا جبکہ یوحنا گناہون سے توبہ کا بپتسمہ لیتا تھا تو پھر مسیح نے بلا ضرورت کیون لیا؟ اور اس سے پہلے روح القدس کیون نہین اترا؟ یہ گویا عملی اعتراف مسیح کا اپنے گناہون کا ہے عیسائی اس کا کیا جواب دینگے-؟

انجیل و قرآن | انجیل مین کوئی حکم و تعریف نہین نہ حرام حلال کی تمیز بتائی ہے اور نہ کچھ اور کہان لکھا ہے انجیل مین کہ مان یا بہن کے ساتھ نکاح جائز نہین ہے؟ اس کے سوا اگر انجیل کی تعلیم پر ایک ہفتہ عمل کیا جاوے تو دنیا کا تختہ الٹ جاوے۔

مسیح اور آنحضرت صلعم | مسیح کا کوئی خلق ثابت نہین ہے کیونکہ ان کو کوئی موقع اخلاق نمائی کا ملا ہی نہین برخلاف اس کے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سارے خلق ثابت ہین۔ آپ نے صبر کے زمانہ مین استقلال اور رضا بالقضا بردباری اور انکسار و برداشت کا پورا نمونہ دکھلایا اور اقتدار اور حکومت کے وقت بھی ان اخلاق کو پورے طور پر نباہا اور یہی شجاعت۔ ہمت بلند اور سخاوت و عفو کا نمونہ دکھایا۔ ملک و مال کیوقت وہ نمونے دکھلائے جو اس کے حسب حال تھے ابتلائی حالت اور مشکلات مین بھی ویسے اخلاق دکھلائے ۱۳- برس تک وہ صبر کا نمونہ دکھایا کہ کسی نبی کی تاریخ مین نہین ہین کوئی مسیح کا کونسا خلق دکھلائیگا ہم بالکل راستی سے کہتے ہین کہ کوئی شعبہ خلق کا ثابت نہین۔ بدون ثبوت تو ہر ایک شخص دعوے کرسکتا ہے اگر موقع ملتا اور پھر وہ اپنے اخلاق دکھاتے تو بات بھی تھی مگر یہان تو ستر بی بی از بے چادری کا معاملہ ہو رہا ہے

اسلامی جنگین اور عیسائیون کی لڑائیان | اسلامی جنگین بالکل دفاعی لڑائیان تھین جب کفار کی تکالیف اور شرارتین حد سے گذر گئین تو خدا نے ان کے سزا دینے کے لئے یہ حکم دیا۔ مگر عیسائیون نے جو مختلف اوقات مین مذہب کے نام سے لڑائیان کی ہین ان کے پاس خدا تعالی کی کونسی دستاویز اور حکم تھا جسکے رو سے وہ لڑے تھے۔ ان کو تو ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کا حکم تھا-

۲۲- اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

گناہ کی حقیقت | نماز مغرب سے فارغ ہوکر جب حضرت امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام شہ نشین پر حلقہ خدام مین اجلاس فرما ہوئے تو حسب الارشاد حضرت حجۃ اللہ جناب مفتی محمد صادق صاحب نے پادری ہوپر صاحب کی ایک کتاب گناہ کی حقیقت سنانی شروع کی+ اس کتاب کے سننے کی ضرورت اس لئے ہے کہ حضرت اقدس میگزین کے لئے عصمت انبیا والے مضمون کی تکمیل کیلئے ایک اور مضمون لکھنے کا ارادہ فرما رہے ہین جو کہ آج کل ہی آپ شروع فرمائینگے۔ غرض مفتی صاحب نے اس بے معنی سی کتاب کو جسکے جملے خاص ترتیب اور ترکیب کے ہین پڑھنا شروع کیا۔ ہوپر صاحب نے بدی اور گناہ دو جدا جدا چیزین ٹھہرائی ہین بدی کی تعریف مین اس نے لکھا ہے جس سے غم اور تاریکی پیدا ہو۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا۔ کہ بعض امور ایسے ہوتے ہین کہ ان سے غم پیدا ہوتا ہے مگر وہ غم گناہ نہین ہو سکتا بلکہ نیکی ہوتا ہے جیسے کہ ایک ڈاکٹر یا طبیب ایک مریض کو دیکھتا ہے تو ہمدردی سے اسکا دل بھر آتا ہے اور ایک غم اور درد اسکے دل پر مستولی ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہا جاویگا کہ پادری صاحب کی اس تعریف کے موافق

+ نوٹ۔ یہ مضمون [illegible] - ایڈیٹر

نوٹ- ہم نے بارہ صفحہ ڈائری کیلئے دیے ہین پھر بھی ہفتہ کی ڈائری ختم نہین ہوتی ہم اس تدبیر مین ہین کہ اگر اللہ تعالے چاہے تو ان تمام مشکلات کو دور کرسکین (ایڈیٹر)

کہ اس نے گناہ کیا؟ ہرگز نہیں۔

ہمارے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی میں جو جشن تھا کیا تمام رعایا اور اعیان سلطنت اور دوسرے لوگوں کو ایک سوگ اور غم نہ تھا؟ تھا اور ضرور تھا تو پھر کیا ان سبھی نے گناہ کیا؟ نہیں عیسائی گناہ کی حقیقت سے ہرگز واقف نہیں۔

پھر ایک موقع پر پادری ہوپ صاحب نے لکھا ہے کہ گناہ شریعت کے خلاف ہے؟ فرمایا تو ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کو اس وقت کب شریعت ملی تھی جب انہوں نے قبطی کو مکا مارا تھا؟ بلکہ اس کا نام تو حفاظت خود اختیاری رکھنا چاہیئے کیونکہ اس نے ایک بنی اسرائیل کو مارا تھا۔

پھر ایک جگہ پادری مذکور نے لکھا ہے کہ گناہ خود غرضی ہے فرمایا طبعی تقاضوں مثلاً بھوک پیاس کو پورا کرنا یہ ایک قسم کی خود غرضی تو ہو سکتی ہے مگر اس کو گناہ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح پر جائز طریق سے تمام طبعی تقاضوں اور فطری خواہشوں کو پورا کرنا گناہ نہیں ٹھہر سکتا جب تک وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہوں۔

نجات فضل سے ہے سمجھ میں نہیں آتا عیسائی جو کہتے ہیں کہ نجات فضل سے ہے اس فضل سے مسیح نے کیا فائدہ اٹھایا؟ اور ایسا ہی شیطان اور یہودا اسکریوطی کو کیا فائدہ ہوا؟

صبح کی سیر

۲۲ - اکتوبر ۱۹۰۲ء

پیشگوئی - نجومی اور نبی کی خبر میں فرق راستباز کی صداقت کا بڑا عظیم الشان نشان غیب کی خبریں ہیں اور وہ خبریں ایسی ہوں کہ ان میں ایک قوت اور شوکت پائی جاوے۔

نجومی بھی اپنی اٹکل بازی سے پیشگوئی کرتا ہے مگر اس میں وہ قوت اور شوکت نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں اپنے اندر ایسی قوت رکھتی ہیں کہ ان سے ایک مقتدر، متصرف اور بالاتر ہستی کا پتہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں دشمن کی شکست اور اپنی فتح کی خبر ہوتی ہے اور یہ بات آسان نہیں کہ ایک آدمی محض اپنی اٹکل سے ایسا کر سکے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی ایسی خبریں جب وہ دیتے ہیں بظاہر حالات ناممکن نظر آتے ہیں مگر پورا ہونے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انسانی طاقت سے بالاتر ہیں اور خدا کے مقتدر اور متصرف کی قدرت نمائی ہے۔

۲ - فرمایا عیسائیوں کی چھیڑ چھاڑ مذہبی رنگ میں بہت بڑھ گئی ہے اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتنہ بہت بڑھیگا آخر خدا تعالیٰ مقابلہ کرے گا اور دکھا دیگا کہ آخری فتح توحید ہی کی ہے۔

توحید کے ماننے والے میں ایک رعب ہوتا ہے جو بت پرست اور باطل کے پرستار میں نہیں ہو سکتا۔ اور نہیں ہوتا۔ ان کا دل خود ان کو ملزم کرتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ عیسائی حضرت مسیح میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں بتا سکتے جس کی رو سے اس کو انسانیت سے بڑھکر کوئی چیز سمجھ لیں۔ بڑی خصوصیت اقتداری معجزات کی ہوتی ہے مگر وہ بھی اس میں پائے نہیں جاتے اور جس رنگ کے معجزے انجیل میں بیان کئے گئے ہیں ویسے ہی معجزات دوسرے نبیوں کے جو ان سے پہلے گزرے ہیں بائبل ہی میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔

۳ - سٹرگیٹ مصنوعی اور مفتری مسیح لنڈن کا ذکر ہوا۔ فرمایا اس کو دعوت کیجاوے ڈوئی کی نسبت اس کو دعوت کرنے سے زیادہ فائدہ ہونے کی امید ہے اسی ذکر میں فرمایا کہ معجزات مسیح کی حقیقت رہی سہی ڈوئی نے کھول دی وہ بھی سلب امراض کرتا ہے باوجودیکہ عیسائی اسے کافر کہتے ہیں اور جہاں اس سے کوئی اچھا نہیں ہوتا تو کہدیتا ہے کہ مسیح سے بھی اچھا نہیں ہوا۔ اگر مسیح کی خدائی ایسی ہی تھی تو ڈر ہے **خدائی**۔

۴ - قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے تذکرہ پر فرمایا کہ الم غلبت الروم میں کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ ایرانی مشرک تھے اور رومی عیسائی تھے مگر قیصر روم نے جسکا نام ہرقل ہے جیسا کہ بخاری میں درج ہے اسلام کی عظمت کا اعتراف کیا تھا اور وہ اس طرح پر موحد ہی تھا۔ غرض جب ایرانیوں نے رومیوں پر فتح پائی تو کفار مکہ نے یہ سمجھ لیا کہ ہم بھی غالب ہوں گے اور مسلمان مغلوب ہو جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں ان کو بتادیا کہ ایرانی پھر مغلوب ہو جائیں گے۔ بعض نے اس پیشگوئی کو اٹکل کہا مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس میں دوہری پیشگوئی ہے کہ اسی دن اسلام کی بھی فتح ہوگی۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں جب فتح ہوئی اسی دن ایرانی مغلوب ہوئے (اس مضمون پر ایک عظیم الشان اور گرانقدر مضمون حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ کا لکھا ہوا الحکم میں طبع ہو چکا ہے اس لئے اسی قدر اختصار کافی سمجھا گیا۔ (ایڈیٹر)

احیاء موتی سلب امراض سے جن لوگوں کو مسیح نے عیسائیوں کے قول کے موافق زندہ کیا وہ آخر مر گئے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے **قد افلح من زکہا** کہکے جن کو زندہ کیا وہ ابدالآباد تک زندہ رہے **صحابہ** کا مقابلہ حواریوں سے ہو ہی نہیں سکتا۔ ساری انجیل میں ایک بھی فقرہ ایسا نہیں جو صحابہ کی اس حالت کا جو قرآن نے بیان کی ہے کہ خدا کی راہ میں انہوں نے جان و مال سے دریغ نہ کیا مقابلہ کر سکے۔ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کی راہ میں جو صدق دکھایا وہ لانظیر ہے۔

نزعنا ما فی صدورہم من غل یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت صحابہ میں باہم کوئی کسی قسم کی رنجش اگر ان میں تھی اور بعد میں اگر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا ذمہ لیتا ہے کہ اس کو ہم دور کر دیں گے۔ شیعہ اگر یہ مانتا ہے کہ صحابہ کی باہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی رنجش تھی تو وہ گویا قرآن شریف کی تکذیب کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے کہ آپ کی نسبت جو فرمایا گیا ہے ویزکیہم تو گویا معاذاللہ انکا تزکیہ نہ ہوا۔ یہ بڑی دلیل ہے کذب شیعہ پر (خلافت راشدہ میں یہ مضمون بڑی وسعت سے بیان ہوا ہے اور ناظرین الحکم اکثر خطبوں میں اس کا لطف اٹھا چکے ہیں۔ اس لئے تکرار کو چھوڑ کر بعض نئے مطالب ہم نے لے لئے ہیں۔ (ایڈیٹر)

غرض شیعہ سے پوچھو کہ وہ ان لوگوں کے نام تو لے جن میں زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی شکر رنجی تھی اگر زمانہ نبوت کے بعد ایسا کوئی واقعہ ہوا ہو تو اسکے دور کرنے کا خدا نے وعدہ فرمادیا ہے کہ ان نزاعوں کو دور کر دینگے اور **اخواناً علیٰ سرر متقابلین** کا نظارہ دکھا دیں گے اخواناً جو فرمایا تو کوئی بتائے کہ کیا **اخوت** کے حقوق شکر رنجی میں قائم رہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پھر جو یہ کہتا ہے کہ شکر رنجیاں قائم رہیں

وہ خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ شیعہ بخاری کی ایک حدیث لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ سے جو استدلال کرتے ہیں کہ بعد میں صحابہ میں مفسدہ برپا ہو گئیں معلوم نہیں کہ ان لوگوں کے لیے ہے جو رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کے مصداق ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور جنکو زیادہ عرصہ آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر آخر اس آیت نے عنہا مَا قَدَّمُوْا مِنْ عَمَلٍ نے انکو بھی صاف کر دیا۔

۲۳ ـ صبح کی سیر

قرآنی عظمت اور مسلمان

اس سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ مسلمانوں میں قرآن کی عظمت نہیں رہی شیعہ ہیں وہ ائمہ کے اقوال کو مقدم کرتے ہیں۔ اور دوسرے فریق حدیثوں کے ظنی سلسلہ کو قرآن پر قاضی بناتے ہیں۔ اسی ذکر میں عبداللہ چکڑالوی اور محمد حسین کی بحث کا ذکر آگیا فرمایا چکڑالوی نے تفریط کی ہے اور حدیث کو بالکل لاشے سمجھا اور محمد حسین افراط کیطرف گیا ہے کہ حدیث کی بغیر قرآن کو لاشے سمجھتا ہے۔

کتاب ـ سُنّت اور حدیث

پھر آپنے واضح اور بیّن طور پر اس مضمون پر کلام کیا کہ ہمارے نزدیک تین چیزیں ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے سُنّت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور تیسرے حدیث۔ ہمارے مخالفوں نے دھوکا کھایا ہے کہ سُنّت اور حدیث کو باہم ملایا ہے۔ ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ قرآن اور سُنّت کے صریح مخالف اور معارض نہ ہو اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے خواہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف سے ضعیف کیوں نہ ہو جبکہ ہم اپنی زبان میں دعائیں کر لیتے ہیں تو کیوں حدیث میں آئی ہوئی دعائیں نہ کریں جبکہ وہ قرآن شریف کے مخالف بھی نہیں۔ قرآن شریف پر حدیث کو قاضی بنانا سخت غلطی ہے اور قرآن شریف کی بے ادبی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بڑھیا نے حدیث پیش کی تو انھوں نے یہی کہا کہ میں ایک بڑھیا کیلیے قرآن نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسا ہی حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے ماتم کرنے سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے تو انھوں نے یہی کہا کہ قرآن میں تو آیا ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔

پس قرآن پر حدیث کو قاضی . . . . بنا نہیں اہل حدیث نے سخت غلطی کھائی۔

اصل بات یہ ہے کہ اپنی موٹی عقل کی وجہ سے اگر کوئی چیز قرآن میں نہ ملے تو اُسکو سُنّت میں دیکھو اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ جن باتوں میں ان لوگوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے خود انہیں اختلاف ہے انکی افراط تفریط نے ہمکو سیدھی اور اصل راہ دکھائی جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کی افراط اور تفریط نے اسلام بھیجدیا۔

پس حق بات یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ذریعہ تواتر دکھا دیا ہے اور حدیث انکی تاریخ ہے اسکو عزت دینی چاہیے۔ سُنّت کا آئینہ حدیث ہے (الحکم میں کتاب۔ سُنّت۔ حدیث۔ پر حضرۃ حجۃ اللہ کی ایک تقریر شائع ہو چکی ہے ایڈیٹر) یقین پر ظن کبھی قاضی نہیں ہوتا کیونکہ ظن میں احتمال کذب کا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک قابل قدر ہے انھوں نے قرآن کو مقدم رکھا ہے۔

معراج

احادیث میں مسیح موعود کے لیے نزول من السماء نہیں لکھا نزول کا لفظ ہے اور یہ اطلاقی معنی رکھتا ہے نہ کہ حقیقی۔ نزیل لغت میں مسافر کو کہتے ہیں کیا وہ آسمان سے اترتا ہے بہرحال قرآن ہر میدان میں فتحیاب ہے۔ آنکو خاتم الانبیاء ٹھیرایا اور اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کہکر مسیح موعود کو اپنا بروز بتا دیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اسی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف اسکو رد کرتا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ بھی رویا کہتی ہیں۔

حقیقت میں معراج ایک کشف تھا جو بڑا عظیم الشان اور صاف کشف تھا اور اتم اور اکمل تھا کشف میں ہی جسم کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ کشف میں جو جسم دیا جاتا ہے اُسمیں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا بلکہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اور آپکو اسی جسم کے ساتھ جو بڑی طاقتوں والا ہوتا ہے معراج ہوا۔

پھر آپنے اس امر کی تائید میں چند آیات سے استدلال کیا کہ جسم آسمان پر نہیں جاتا۔ یہ باتیں قریبا پہلے ہم درج کر چکے ہیں بخوف طوالت اعادہ نہیں کرتے۔

مسیح کی پیدائش کے ذکر پر فرمایا کہ خدا کی سُنّت دو طرح پر ہوتی ہے ایک کثرتی جیسے عموما عورت سے دو مرد سے بچہ ہوتا ہے مگر بعض اوقات تر سے بھی نکالا کرتا ہے ایسے واقعات دنیا میں ہوتے ہیں۔ یہ قلیل الوقوع واقعات خارق عادت کہے جاتے ہیں۔

دربار شام

شام کو اسی مضمون پر سلسلہ کلام جاری ہوا۔ جو آجکل آپ عصمت انبیاء پر لکھ رہے ہیں اور جسکا طرز ہم پچھلی اشاعت میں دکھا چکے ہیں۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر

آج جمعہ ہے۔

دربار شام

برادر مکرم محمد یوسف صاحب اپیل نویس نے اپنے گاؤں میں بعض لوگوں کی شرارت کے رفع کرنے کے واسطے بعض احباب کو حضرت اقدس کے ایماء سے لے جانا چاہا۔ اس کی تجویز ہوئی کہ مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب کو بھیجا جاوے پھر مفتی محمد صادق صاحب نے رسالہ بیگنا ہی مسیح سُنایا۔

اس کے ضمن میں مندرجہ ذیل نکات آپنے بیان فرمائے

۱۔ قرآن شریف میں خدا تعالی کے اسماء معصوم کے لفظ میں نہیں جیسے قدوس تو ہے مگر معصوم نہیں لکھا کیونکہ پھر بچانیوالا اور ہوگا۔

پھر مولوی نورالدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور وجود سے جب کبھی مجھے کلام کرنیکا موقع ملا ہے میں نے یہی کہا ہے خدا کا نام موجود نہیں لکھا کیونکہ موجود نے بھی مدرک ہو اور خدا تعالی کی شان ہے لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ اور پھر یہ لفظ خدا تعالی کی نسبت صحابہ میں بھی نہیں بولا گیا

فرمایا جیسے مسیح پر کفر کا فتوی لگا کر انکو صلیب پر چڑھایا گیا ایسا واقعہ کسی نبی کے ساتھ نہیں ہوا۔ گناہ کا کمال کفر پر جا کر ہوتا ہے۔ اور مسیح پر یہودیوں نے کفر کا فتوی لگایا (ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں نے برخلاف اسکے آپکو الامین اور المامون کہا۔ مسیح کے مخالفوں

۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر

صبح کی سیر میں معراج الدین صاحب اپنے اور انجمن معین المسلمین کے تعلقات اور حالات مفصل سناتے رہے۔ اور دربار شام میں مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی پنجابی نظم سنائی اور آنی امور پر بعض وقت کلام ہوتا رہا۔ انی متوفیک اور لکن شبہ لھم پر کچھ ذکر ہوا جو بارہا شائع ہو چکا ہے۔ بعد نماز عشاء دربار ختم ہوا۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مولوی جمال الدین صاحب ساکن سید والہ نے سوال کیا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کی بابت جو آیا ہے کہ الا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا کیا اس سے یہ مراد ہے کہ وہ کلام نہ کریں گے۔ فرمایا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے لا تستطیع نہیں ہے۔

معجزہ اور قانون قرآن

سلیمان علیہ السلام کے لیے جو آیا ہے کہ لوہا نرم کر دیا گیا کیا مراد ہے؟ فرمایا تدابیر شنیدہ سے الگ ہو کر جو فضل ہوتا ہے اسمیں اعجازی رنگ ہوتا ہے۔ معجزات میں بعض جو صادر ہوتے ہیں اُنمیں سے بہتیرے افعال ایسے ہوتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اُنمیں شریک سمجھتے ہیں مگر نبی ان تدابیر اور اسباب سے الگ ہو کر وہی فعل کرتا ہے اسلیے وہ معجزہ ہوتا ہے اور یہی بات یہاں سلیمان کے قصہ میں ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کیا لوگ قصیدے نہ کہتے تھے؟ کہتے تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کلام فصیح و بلیغ پیش کیا تو وہ جوڑ توڑ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وحی سے تھا۔ اسلیے معجزہ تھا کہ درمیان اسباب عادیہ نہ تھے آپ کو کوئی تعلیم نہ ملی تھی اور بدوں کوشش کے وہ کلام آپ نے پیش کیا۔ غرض اسیطرح پر لوہا نرم کرنیکا معجزہ ہے کہ اسمیں اسباب عادیہ نہ تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکے اور معنی بھی ہوں۔ مثلاً تبعہ سے بھی مراد لوہا ہوتا ہے وہ حضرت سلیمان پر آسانی سے فتح ہو گئیں۔ مگر اصل اعجاز کا کسی حال میں ہم انکار نہیں کرتے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ کی ان قدرتوں پر ایمان نہ ہو تو پھر خدا کو کیا مانا۔

ہم اسکو خارق عادت نہیں مان سکتے جو قرآن شریف کے بیان کردہ قانون قدرت کے خلاف ہو۔ مثلاً ہم احیاء موتی حقیقی کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ اسلیے کہ قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ۔

اسیطرح ہم نہیں مان سکتے کہ خدا اپنے جیسا کوئی اور خدا بھی بنا لیتا ہے کیونکہ یہ اسکی توحید کے خلاف ہے یا یہ کہ وہ خودکشی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسکی صفت حی و قیوم کے خلاف ہے۔ اسیطرح اگر کوئی کہے کہ دنیا ہمیشہ رہیگی اور یہاں ہی دوزخ بہشت ہوگا ہم نہیں مان سکتے اسکی صفت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے خلاف ہے اور اسکے خلاف جا ٹھیرتا ہے فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۔ ایسا ہی ہم نہیں مان سکتے کہ کوئی اس جسم کے ساتھ آسمان پر بھی چڑھ سکتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ تو آسمان پر چڑھ جا تو آپ نے یہی فرمایا سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ ایسا ہی مُردہ اگر واپس آ سکتے تو چاہیے تھا کہ قرآن شریف انکے لیے کوئی خاص قانون وراثت بیان کرتا اور فقہ میں کوئی باب اسکے متعلق بھی ہوتا۔ غرض جو امور قرآن شریف کے بیان کردہ قانون کے خلاف ہیں ہم انکو تسلیم نہیں کر سکتے۔

پوچھا گیا کہ قرآن کا جو نزول ہوا ہے وہ یہی الفاظ ہیں اسیطرح۔ فرمایا۔ یہی الفاظ ہیں۔ اور یہی خدا کی طرف سے نازل ہوا قرات کا اختلاف الگ امر ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ وَّلَا رَسُوْلٍ میں لَا مُحَدَّثٍ قراءۃ شاذہ ہے اور یہ قراءۃ صحیح حدیث کا حکم رکھتی ہے٭ جسطرح پر نبی اور رسول کی وحی محفوظ ہوتی ہے اسیطرح محدث کی وحی بھی محفوظ ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت سے پایا جاتا ہے۔

پوچھا گیا جبرئیل کا نزول قلب پر ہوتا تھا یا آواز آتی تھی فرمایا۔ اسمیں بحث کی کچھ ضرورت نہیں جبرئیل کا تعلق قلب ہی سے ہوتا ہے اور قرآن شریف میں لفظ آیا بھی ہے مگر یہ عالم الگ ہی ہوتا ہے۔ قرآن شریف جو تمام کتابوں اور علوم کا خاتمہ کرتا ہے اسلیے وہ بڑی اقوی وحی ہے اور شدۃ کیساتھ اسکا نزول تھا۔

فطرۃ اللہ

ایک شخص نے اپنی رویا سنائی جس میں یہ آیت تھی٭ فرمایا اسکے معنی یہی ہیں کہ اسلام فطرتی مذہب ہے انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے وہ اسلام ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ اسلام میں بناوٹ نہیں ہے۔ اس کے تمام اصول فطرۃ انسانی کے موافق ہیں تثلیث اور کفارہ کیطرح نہیں ہیں جو سمجھ میں نہیں آ سکتے عیسائیوں نے خود مانا ہے کہ جہاں تثلیث نہیں گئی وہاں توحید کا مطالبہ ہوگا۔ کیونکہ فطرۃ کے موافق توحید ہی ہے اگر قرآن شریف بھی نہ ہوتا تب بھی انسانی فطرۃ توحید ہی کو مانتی کیونکہ وہ باطنی شریعت کیموافق ہے ایسا ہی اسلام کی کل تعلیم باطنی شریعت کے موافق ہے برخلاف عیسائیوں کی تعلیم کے جو مخالف ہے٭ دیکھو حال ہی میں امریکہ میں طلاق کا قانون خلاف انجیل پاس کرنا پڑا۔ یہ دقت کیوں پیش آئی اسلیے کہ انجیل کی تعلیم فطرۃ کیموافق نہ تھی۔

سوال کیا گیا کہ مسیح کو صلیب پر چڑھانا قرآن میں کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ فرمایا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے۔ یہ واقعہ عیسائیوں اور یہودیوں کو متواترات سے ہے قرآن شریف اسکا انکار کیوں کرنے لگا تھا۔ قرآن یا حدیث صحیح میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ مسیح چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا یہ صرف خیالی ہے کیونکہ اگر مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا اور وہ کوئی اور شخص تھا تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا دوست ہوگا یا دشمن۔ پہلی صورۃ میں مسیح نے اپنے ہاتھ سے ایک دوست کو ملعون بنایا جس لعنت سے خود بچنا چاہتا تھا اسکا نشانہ دوست کو بنایا۔ یہ کون شریف پسند کر سکتا ہے۔ پس وہ حواری تو ہو نہیں سکتا۔ اگر دشمن تھا۔ تو چاہیے تھا کہ وہ دہائی دیتا اور شور مچاتا کہ میں تو فلاں شخص ہوں مجھے کیوں صلیب دیتے ہو٭ میری بیوی اور رشتہ داروں کو بلا دو میرے فلاں فلاں نشان انکے ساتھ ہیں تم دریافت کر لو۔

غرض اس تواتر کا انکار فضول ہے اور قرآن شریف نے ہرگز اسکا انکار نہیں کیا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف نے تکمیل صلیب کی نفی کی ہے جو لعنت کا موجب ہوتی تھی نفس صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی نہیں کی اسلیے مَا قَتَلُوْهُ کہا اگر یہ مطلب نہ تھا تو پھر مَا صَلَبُوْهُ کہنا فضول ہو جاتا۔ یہ ان کے تواترات میں کہاں ہے؟ اسلیے فرمایا کہ صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا۔ پھر مَا صَلَبُوْهُ سے اور صراحت کی اور لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے اور وضاحت کر دی کہ وہ زندہ ہی تھا جو انہوں نے مردہ سمجھ لیا۔

اگر آسمان پر اُٹھایا جاتا تو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ہنسی

٭ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا

۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء صبح کی سیر

یروشلم اور بیت المقدس اس تذکرہ پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں پھر اس امر کی تحریک ہو رہی ہے کہ ارض مقدس کو ترکوں سے خرید کر لیا جاوے مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا۔

یروشلم سے مراد دراصل دارالامان ہے یروشلم کے معنے ہیں وہ سلامتی کو دیکھتا ہے یہ سنۃ اللہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں میں اصل الفاظ استعمال کرتا ہے اور اس سے مراد اسکا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔

اسیطرح پر بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ ہے ہماری اس مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بُعد زمانہ کے ہوتا ہے اور یا بُعد مکان کے لحاظ سے ہو اس الہام میں المسجد الاقصى الذي باركنا حوله آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات زمانی کو لیا ہے اور اسکی تائید آخرين منهم لما يلحقوا بهم سے بھی ہوتی ہے اور باركنا حوله کا اس زمانہ کی برکات سے ثبوت ملتا ہے جیسے ریل اور جہازوں کے ذریعہ سفروں کی آسانی اور تار اور ڈاک خانہ کے ذریعہ سلسلہ رسل و رسایل کی سہولۃ اور ہر قسم کے آرام و آسایش قسم قسم کی کلوں کے ایجاد ہوتے جاتے ہیں اور **سلطنت بھی ایک امن کی سلطنت ہے۔**

بنی اسرائیل بنی اسرائیل خدا تعالیٰ کا دیا ہوا لقب ہے اسرائیل کے معنے ہیں جو خدا سے بیوفائی نہیں کرتے یعنی اطاعت اور محبت کے رشتہ میں منسلک قوم حقیقی اور اصلی طور پر اسلام کے یہی معنی ہیں بہت سی پیشگوئیاں جو اسرائیل کا نام رکھا ہے یہ قلت فہم کیوجہ سے لوگوں کو سمجھ نہیں آتی ہیں اسرائیل سے مراد اسلام ہی ہے اور وہ پیشگوئیاں اسلام کے حق میں ہیں۔

ان الارض يرثها عبادي الصالحون فرمایا اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الارض سے مراد جو شام کی سرزمین ہے یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جو آجتک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔

خدا تعالیٰ نے یرثہا فرمایا یملکہا نہیں فرمایا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اسکے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسیوقت چلی بھی جاوے تو وہ قبضہ اس قسم کا ہوگا جیسے راہن اپنی چیز کا قبضہ مرتہن کو دیدیتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ ارض شام چونکہ انبیا کی سرزمین ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اسکی بیحرمتی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیروں کی میراث ہو۔ یرثہا عبادی الصالحون فرمایا۔ صالحین کے معنے یہ ہیں کہ کم از کم صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو مومن کی جو تقسیم قرآن شریف میں کی گئی ہے اسکے تین ہی درجے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں ظالم۔ مقتصد۔ سابق بالخیرات یہ ان کے مدارج ہیں ورنہ اسلام کے اندر یہ داخل ہیں ظالم وہ ہوتا ہے کہ ابھی اس میں بہت غلطیاں اور کمزوریاں ہیں اور مقتصد وہ ہوتا ہے کہ نفس اور شیطان سے اسکی جنگ ہوتی ہے مگر کبھی یہ غالب آجاتا اور کبھی مغلوب ہوتا ہے کچھ غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور حسنات بھی۔ اور سابق بالخیرات وہ ہوتا ہے جو ان دونو درجوں سے نکل کر مستقل طور پر نیکیاں کرنے میں سبقت لیجاوے اور بالکل صلاحیت ہی ہو نفس اور شیطان کو مغلوب کر چکا ہو۔ قرآن شریف ان سبکو مسلمان ہی کہتا ہے۔

ہماری جماعت ہی کو دیکھ لو کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور یہ سب کی سب ہمارے مخالفوں ہی سے نکل کر بنی ہے اور ہر روز جو بیعت کرتے ہیں یہ انہیں ہی سے آتے ہیں اگر انمیں صلاحیت اور سعادۃ نہ ہوتی تو یہ کسطرح نکل کر آتے۔ بہت سے خطوط اس قسم کی بیعت کرنیوالوں کے آتے ہیں کہ پہلے میں گالیاں دیا کرتا تھا مگر اب توبہ کرتا ہوں مجھے معاف کیا جاوے۔ غرض صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو۔ تو وہ صالحین میں داخل کیا جاتا ہے۔

دربار شام

مسیح کا جنازہ بعد ادائے نماز مغرب جب ہمارے سید و مولیٰ شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تھے تو ڈاکٹر سید عبد الستار صاحب رعیہ نے عرض کی کہ ایک شخص منشی رحیم بخش مرحوم جو تمہیں بڑا سخت مخالف تھا مگر اب تحفہ گولڑویہ پڑھ کر اس نے مسیح کی موت کا تو اعتراف کر لیا ہے۔ اور یہ بھی مجھ سے کہا کہ مسیح کا جنازہ پڑھیں مینے تو یہی کہا کہ بعد استفسار از حضرۃ اقدس جواب دوں گا۔ فرمایا جنازہ میت کے لیے دعا ہی ہے کچھ حرج نہیں وہ پڑھ لیں۔

۲۔ ہمارے ناظرین منشی شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر مردان سے خوب واقف ہیں وہ اس سلسلہ میں قابل قدر شخص ہیں تبلیغ اور اشاعت کا سچا شوق رکھتے ہیں جہاں جاتے ہیں ایک جماعت ضرور بنا دیتے ہیں الحکم کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ بہر حال ناظرین یہ بھی جانتے ہیں کہ مردان میں بعض شریر النفس لوگوں کیطرف سے انکو سخت ایذائیں دیگئیں اور آخر انکی شرارت سے انکی تبدیلی ہوگئی۔ حضرۃ اقدس کے حضور جب انکی تکالیف اور مصائب کا ذکر ہوا تھا تو آپنے صبر اور استقامت کی تعلیم دی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر خدا تعالیٰ نے اظہار حق کیا۔ افسران بالادست نے بدوں کسی قسم کی تحریک کے جو منشی صاحب کیطرف سے کیجاتی از خود اس مقدمہ کی تفتیش کی۔ اور انجام کار منشی شاہ دین صاحب ترقی پر گوجرخان ایک عمدہ سٹیشن پر تبدیل کیے گئے اور ان کے متعلق بہت ہی اطمینان بخش رائے افسروں نے قائم کی غرض جب منشی صاحب کی اس کامیابی کا ذکر ہوا فرمایا **عاقبت متقی کے لیے ہے۔**

برگردن او بماند و بر ما بگذشت والا معاملہ ہوگیا۔ خدا تعالیٰ نیک نیت حاکم کو اصلیت سمجھا دیتا ہے اگر اصلیت نہ سمجھیں تو پھر اندھیر پیدا ہو۔

۳۔ بغداد وغیرہ کی تباہی کے ذکر پر حضور نے فرمایا کہ بدکاری حد سے بڑھ گئی تھی آخر خدا تعالیٰ نے اسطرح پر انکو تباہ کیا کہا ہے کہ آسمان سے آواز آتی تھی ایہا الکفار اقتلوا الفجار۔

فرمایا صادق مخالفوں کی شرارت اور ایذا رسانی سے اگر مارا بھی جاتا ہے تو وہ شہید ہوتا ہے مگر وہ ناعاقبت اندیش طاعون کا شکار ہونیکو باقی رہ جاتے ہیں جو انکی شامت اعمال سے آتی ہے۔

۴۔ اذان ہو رہی تھی آپنے فرمایا کیسی پر شوکت شہادۃ ہے جب یہ اذان گونجتی ہوئی دلوں تک پہنچتی ہے تو اسکا عجیب اثر پڑتا ہے۔ دوسرے مذاہب جسقدر عبادت کے بانگ کے طریق ہیں وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ۱۰ [illegible]

دوسری مصنوعی آوازیں کب کر سکتی ہیں۔

۵۔ اپنی جماعت کے ذکر پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے لیے وعدہ فرمایا ہے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور خدا کے وعدے سچے ہیں۔ ابھی تو تخم ریزی ہو رہی ہے۔ ہمارے مخالف کیا چاہتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کا کیا منشا ہے یہ تو انکو ابھی معلوم ہو سکتا ہے اگر وہ غور کریں کہ وہ اپنے ہر قسم کے منصوبوں اور چالوں میں ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ ابوجہل وغیرہ آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کیا چاہتے تھے انکا تو یہی مدعا اور مقصد تھا کہ اس جماعت کو نابود کر دیں مگر دیکھو انجام کیا ہوا؟ اگر اس اعجازی کامیابی کو جو ہمارے نبی کو حاصل ہوئی ابوجہل اس وقت سمجھ سکتا تو پتہ لگتا کہ کسقدر فوق العادة ترقی مخالفوں کی مخالفت اور شرارت کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے کر کے دکھائی یہی معاملہ یہاں ہے اگر یہ مخالف نہ ہوتے تو ایسی اعجازی ترقی یہاں بھی نہ ہوتی یعنی اس ترقی میں اعجازی رنگ نہ رہتا۔ کیونکہ اعجاز تو مقابلہ اور مخالفت سے ہی چمکتا ہے۔ ایک طرف تو ہمارے مخالفوں کی یہ کوششیں ہیں کہ وہ ہم کو نابود کر دیں۔ ہمارا سلام تک نہیں لیتے اور غائبانہ ذکر بھی نفرت سے کرتے ہیں دوسری طرف اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طریق پر اس جماعت کو بڑھا رہا ہے یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے؟

کیا یہ ہمارا فعل ہے یا ہماری جماعت کا؟ نہیں یہ خدا تعالیٰ کا ایک فعل ہے جسکی تہ اور سر کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اب انکو کسقدر تعجب ہوتا ہوگا کہ چند سال پہلے جس جماعت کو بالکل کمزور اور ذلیل اور ضعیف سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ چند آدمی شامل ہیں اب اسکا شمار لاکھ سے بھی بڑھ گیا ہے اور کوئی دن نہیں جاتا کہ بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر لوگ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے۔ یہ خدا کا کام ہے اور اسکی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔

۲۸ر صبح کی سیر

رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ حسب معمول آپ حلقہ خدام کے سیر کرنے نکلے طاعون کا ذکر شروع ہو گیا۔ فرمایا کہ قرآن شریف میں اسکو رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ کہا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسپر انسانی ہاتھ نہیں پڑ سکتا اور تدابیر یعنی تدابیر اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں کہ یہ عذاب آسمانی نہ رہے۔

طاعون جو اسکا نام رکھا ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے فاروق جب طعن اور تکذیب حد سے گذر جاتی ہیں تو پھر اس کی پاداش میں طاعون آتی ہے اور پھر صفائی کر کے ہی قہر الٰہی بس کرتا ہے۔

دَآبَّةُ الْاَرْضِ اور رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ میں تعلق۔ عرض کیا گیا کہ دابۃ الارض اور رجز من السماء میں کیا تعلق ہے؟ فرمایا امر تو آسمانی ہی ہوتے ہیں یعنی اس طاعون کا امر آسمان سے آتا ہے اور وہ انسانی جسم سے بالالتزام ہوتا ہے اور اسکا معالجہ بھی آسمان ہی سے ہوتا ہے۔ دابۃ الارض طاعون کو کہتے ہیں اسلئے کہ اسکے کیڑے تو زمینی ہی ہوتے ہیں۔

طاعونی موت شہادة ہوتی ہے عرض کیا گیا کہ طاعون سے مرنا شہادة بتاتے ہیں تو پھر عذاب کیونکر ہوا؟ جو لوگ طاعون سے مرنا شہادة بتاتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ طاعونی موت تو عذاب الٰہی ہی ہے لیکن جو کسی حدیث میں آیا ہے کہ اگر مومن ہو کر طاعون سے مر جاوے تو شہادة ہے تو یہ اللہ تعالیٰ نے گویا مومن کی پردہ پوشی کی ہے کثرة سے اگر مرنے لگیں تو شہادة نہ رہیگی پھر عذاب ہو جاویگا شہادة کا حکم شاذ کے اندر ہے۔ کثرة ہمیشہ کافروں پر ہوتی ہے۔

اگر ایسی ہی شہادة اور برکة والی چیز تھی تو اسکا نام رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ نہ رکھا جاتا۔ اور پھر کثرة سے مومن مرتے اور انبیاء مبتلا ہوتے مگر کیا کوئی کسی نبی کا نام لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس یاد رکھو کہ اگر اکا دکا شاذ مومن بھی مر جاوے تو خدا تعالیٰ اپنی ستاری سے اسکی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اسکے لیے کہا گیا کہ وہ شہادة کی موت مرتا ہے ما سوا اسکے ہمنے بارہا کہا ہے کہ اگر کوئی حدیث قرآن شریف کے متعارض ہو اور اسکی تاویل قرآن کے موافق نہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے حکم ہمیشہ کثرة پر ہوتا ہے شاذ تو معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

دربار شام

بیعت بعد ادائے نماز مغرب اول چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر مفتی محمد صادق صاحب نے مولوی کے اخبار سے چند پیراگراف سنائے فرمایا یہ لغو اور کفر تو ہوتا ہے مگر اس کی تحریک ہو جاتی ہے اور تحریک بچے کے بازیچے سے بھی ہو جاتی ہے۔

دو سوال اور اُن کا جواب ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحب نے منشی رحیم بخش عرضی نویس کا خط پیش کیا جسمیں دو سوال لکھے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ براہین میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار تھا کہ وہی مسیح آئے گا۔ پھر اس کے خلاف دعوی کیا گیا یہ تزلزل بیانی قابل اعتبار نہیں ہوتی؟ فرمایا ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمنے ایسا لکھا اور ہمیں یہ بھی دعوی نہیں ہے کہ ہم عالم الغیب ہیں ایسا دعوی کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے اصل بات یہ ہے کہ جبتک اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہدایت نہ آوے ہم کسی امر کو جو مسلمانوں میں مروج ہو چھوڑ نہیں سکتے۔ براہین احمدیہ کے وقت اس مسئلہ کیطرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ نہیں دلائی پھر جبکہ ایک چرخہ کاتنے والی بڑھیا بھی یہی عقیدہ رکھتی تھی اور جانتی تھی کہ مسیح دوبارہ آئیگا تو ہم اسکو کیسے چھوڑ سکتے تھے جبتک خدا کیطرف سے صریح حکم نہ آجاتا۔ ہمیں پہلے ہمارا یہی خیال* تھا مگر جب خدا تعالیٰ نے ہمپر بذریعہ وحی اسکو کھول دیا اور ہمکو سمجھایا اور یہ وحی تواتر تک پہنچ گئی تو ہمنے اسکو شائع کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کسی امر پر اطلاع دیتا ہے تو وہ اس سے ہٹ جاتے ہیں یا اختیار کرتے ہیں۔ دیکھو افک عائشہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول کوئی اطلاع نہ ہوئی۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ حضرة عائشہ اپنے والد کے گھر چلی گئیں۔ اور آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ اگر ارتکاب کیا ہے تو توبہ کر لے ان واقعات کو دیکھکر صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کسقدر اضطراب تھا مگر یہ راز ایک وقت تک آپ پر نہ کھلا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے تبریہ کیا اور فرمایا اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ تو آپکو اس افک کی حقیقت معلوم ہوئی اس سے کیا آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی فرق آتا ہے؟ ہرگز نہیں وہ شخص ظالم اور ناخدا ترس ہے جو اس قسم کا وہم بھی کرے اور یہ کفر تک پہونچتا ہے آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم

* مخالفوں کی بے ایمانی ہے کہ ایک خیال کو الہام یا وحی بتا کر پیش کرتے ہیں براہین میں یہ بات عامیانہ اعتقاد کے رنگ میں ہے نہ یہ کہ اسکی نسبت وحی کا دعوی کیا گیا ہے۔ منہ

اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔ عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ جو لوگ سنت انبیاء علیہم السلام سے اگر واقف اور آگاہ ہوں تو اس قسم کے اعتراض ہرگز نہ کریں۔ مشہور ہے گلستان میں یہ یاد نہیں جہاں حضرت یعقوب کی حکایت لکھی ہے ؎

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہان است
دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم
اگر درویش بر یک حال ماندے
سر دست از دو عالم بر فشاندے

یہ سچی بات ہے

اور ہمیں اسکا اعتراف ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے دکھائے بغیر نہیں دیکھتے اور اُسکے سُنائے بغیر نہیں سُنتے اور اُسکے سمجھائے بغیر نہیں سمجھتے

ہم اعتراف میں ہمارا فخر ہے ہم نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ ہم نے اُنہیں خیالات کے مسلمانوں میں نشو و نما پایا تھا ایسا ہی مہدی و مسیح کے متعلق ہمارا علم تھا۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے اصل راز ہم پر کھولا اور حقیقت بتا دی تو ہم نے اسکو چھوڑ دیا اور نہ خود چھوڑا بلکہ دوسروں کو بھی اُسکی طرف اُسی کے حکم سے دعوۃ کی اور اسکو چھڑایا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جس امر کو نادان اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے اسی میں ہمارا فائدہ اور ہماری تائید ہوتی ہے دیکھو براہین میں ایک طرف مجھے مسیح موعود ٹھیرایا ہے اور وہ تمام وعدے جو آنیوالے مسیح موعود کے حق میں تھے پورے کئے گئے اور دوسری طرف ہم اپنے اُسی قلم سے مسیح کے دوبارہ آنیکا اقرار کرتے ہیں اب ایک دانشمند اور خدا ترس مسلمان اس معاملہ میں غور کرے اور دیکھے کہ اگر یہ دعویٰ ہمارا افترا ہوتا اور ہم نے از خود بنایا ہوتا یا منصوبہ بازی ہوتی تو اس قسم کا اقرار ہم اسمیں کیوں لکھتے؟ یہ سادگی صاف بتاتی ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے ہمکو علم دیا اُسے ہم نے ظاہر کیا۔ بظاہر یہ کار روائی متناقض ہے مگر ایک سعید الفطرت انسان کے لیے ایک روشن تر دلیل ہے۔ کیونکہ جبتک خدا تعالیٰ نے ہم پر نہیں کھولا باوجودیکہ ہمارے ساتھ وہی وعدے جو مسیح موعود کے ساتھ مخصوص کیے جاتے اور اسی براہین میں میرا نام مسیح رکھا جاتا ہے اور **ھو الذی ارسل رسولہ** الآیہ الہام ہوتا ہے۔ مگر اسی قلم سے میں لکھتا ہوں کہ مسیح موعود دوبارہ آئے گا۔ ہم نے **قیام فی ما اقام** اللہ کو نہیں چھوڑا۔ جبتک کہ آفتاب کی طرح کھل نہیں گیا۔ یہی اعتراض ہماری سچائی کا گواہ ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب پہلے پہل وحی آئی تو آپ نے یہی فرمایا **خشیت علی نفسی**۔ بیوی کہتی ہے **کلا لا واللہ**۔ اور پھر بیوی نے کہا کہ آپ ضعفا کے مددگار ہیں آپکو خدا ضائع نہیں کریگا۔ پھر خدا تعالیٰ نے جب آپ پر امر نبوۃ کو واضح طور پر کھول دیا تو آپ نے تبلیغ اور اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ مومن اُس مقام کو جہاں ہوتا ہے نہیں چھوڑتا جبتک خدا نہ چھڑائے

مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ضمناً عرض کیا۔ کہ تعجب کی بات ہے ایک قوم اور بھی تو ہے جسنے خدا کے اس راستباز اور صادق مسیح موعود کو تسلیم کیا ہے اور وہ اُس پر ایمان لائی ہے اس کے سامنے کیا یہ باتیں نہیں ہیں؟ ہیں مگر انکو ان پر کوئی اعتراض نہیں معلوم ... ہوتا بلکہ ایمان بڑھتا اور انکی سچائی پر ایک عرفانی رنگ کی دلیل پیدا ہوتی ہے حضرۃ اقدس نے فرمایا بیشک یہ تو سچائی کی دلیل ہے نہ اعتراض۔ کیونکہ ماننا پڑے گا کہ تصنع سے یہ دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ خدا کے حکم اور وحی سے کیا گیا کیونکہ حضرۃ عیسیٰ کی آمد کے واقعات کو بھی تو اس میں بیان نہیں کیا بلکہ میرا نام عیسیٰ رکھا اور کہا **لیظھرہ علی الدین کلہ** میرے حق میں ہے اور ادھر کوئی توجہ نہیں۔ پس اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر میرا یہ کام ہوتا تو اسمیں دوبارہ آنے کا اقرار نہ ہوتا یہ اقرار ہی بتاتا ہے کہ یہ خدا کا کام ہے اسپر مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے اس نکتہ سے خاص ذوق اٹھا کر عرض کیا کہ یہ بعینہٖ وہی بات ہے جو قرآن شریف کی حقانیت پر پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ آنحضرت کا اپنا کلام ہوتا تو اسمیں زینب کا قصہ نہ ہوتا۔

حضرت اقدس نے پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات ہے جسکا ذکر براہین میں نہیں ہے۔ براہین کو طبع ہوئے ۲۵ برس کے قریب ہو گذرے ہیں اور اسوقت کے پیدا ہوئے بچے بھی اب بچوں کے باپ ہیں۔ اس میں ساری باتیں درج ہیں بتاؤ کا مقابلہ کسطرح ہو سکتا ہے کیا تیس برس پہلے ایک شخص ایسا منصوبہ کسطرح کر سکتا ہے جبکہ اسے اتنا بھی یقین نہیں کہ وہ اس قدر عرصہ تک زندہ رہے گا۔ پھر کیونکر میں اپنا نام اتنے سال پہلے از خود عیسیٰ رکھ سکتا تھا اور ان کاموں کو جو اُسکے ساتھ منسوب تھے اپنے ساتھ منسوب کرتا۔ ہاں اس سے منصوبہ بے شک پایا جاتا اگر میں اسوقت لکھ دیتا کہ آنیوالا میں ہی ہوں مگر اُسوقت نہیں کہا باوجودیکہ **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی** کا اعتراف کیا ہے کہ میرے حق میں ہے یہ خدا کا کام تھا کہ مسیح کا دعویٰ تو اس میں بیان کیا مگر اسکو چھپایا اور زبان سے نکلوا دیا کہ وہ آئیگا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ آج جو دعویٰ کیا گیا ہے براہین میں یہ سارا موجود ہے ایک لفظ بھی کم و بیش نہیں ہوا اگر اسمیں یہ الہامات نہ ہوتے۔ تو اعتراض کی گنجایش ہوتی گو اسوقت بھی اعتراض فضول ہوتا کیونکہ وہ دعویٰ وحی نہیں تھا۔ بلکہ اپنی ذاتی رائے تھی۔ خدا تعالیٰ نے یہ اسلیے کیا تا ظنون اور جلسازی کے وہم دور ہوں۔

مسیح موعود اور قریشی خلیفے

دوسرا سوال اُنکا اس امر پر تھا کہ آپنے مسیح موعود کو لکھا ہے کہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر بعض جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ قریشی ہو اس کی مطابقت کیونکر ہو؟ فرمایا مسیح موعود کو جسطرز پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں وہ اس اعتبار سے نہیں جیسے قریش ہیں۔ اہل فارس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے ٹھیرایا ہے اور میرا الہام بھی ہے **سلمان منا اہل البیت**۔ اسی نام کو مجھے اہلبیت میں داخل کیا ہے داخل کرنا اور آپکے اندر ہونا اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے